ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
25 جون 2003ء ۔ ۲۴ ربیع الثانی ۱۴۲۴ھ
www.tanzeem.org
جلد 12 شمارہ 22

■ حکومتی خوش فہمیوں کا ہفتہ (اداریہ)
■ بجٹ اور سیاسی استحکام (تجزیہ)
■ طالبان پر تبرا (افکار معاصر)

مشاہدہ اور مطالعۂ قدرت کی قرآنی دعوت

قرآن کی تعلیم کا نچوڑ یہ ہے کہ اللہ کی محبت انسان کی فطرت میں رکھی گئی ہے اور جب تک انسان اللہ کی ستائش، عبادت اور اطاعت کے ذریعہ سے اللہ کی محبت کا اظہار نہ کرے اس کی شخصیت نشوونما پا کر اپنے کمال کو نہیں پہنچ سکتی اور اس زندگی میں اور آنے والی زندگی میں ان مسرتوں اور راحتوں کو نہیں پا سکتی جو اس کے کمال کے ساتھ وابستہ ہیں۔ اللہ کی محبت کے ذریعہ سے انسانی شخصیت کی تکمیل ہی مقصدِ کائنات ہے، لیکن اللہ کی محبت جو انسان کی فطرت میں ہے، اللہ کی معرفت کے بغیر بیدار نہیں ہوتی اور اللہ کی معرفت حاصل کرنے کا طریق یہ ہے کہ انسان اللہ کی صنعت یعنی کائنات کو دیکھے، اس پر غور و فکر کرے اور اس کے ذریعہ سے اس کے صانع کے اوصاف اور محاسن اور کمالات کو جانے اور پہچانے۔ کائنات کا خود بخود وجود میں آنا انسان کی سمجھ میں نہیں آ سکتا تو پھر جس ہستی نے کائنات پیدا کی ہے اس کے وجود اور صفات کی شہادت اس کائنات سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے:

﴿اَفِی اللّٰہِ شَکٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ (ابراھیم: ۱۰)

''کیا اللہ میں شک ہے جو کائنات کا خالق ہے؟''

صنعت کے اندر صانع کی تمام صفات جلوہ گر ہوتی ہیں اور اس کی صنعت سے اس کے مقاصد اور عزائم اور اس کی قابلیتوں اور اہلیتوں کا پتہ چلتا ہے۔ اگرچہ اللہ کی شخصیت انسان کی آنکھوں سے مخفی ہے، تاہم اس کی صفاتِ حسن کی کارفرمائیاں انسان کی آنکھوں کے سامنے آشکار ہیں۔ جسمانی اور مادی آنکھوں سے مخفی رہنا شخصیت کا خاصّہ ہے، خواہ شخصیت انسان کی ہو یا اللہ کی۔ لیکن جس طرح ہمارے لئے کسی ایسے انسان کی شخصیت کو بھی جو بعد میں ہمارے جاننے اور پہچاننے کی وجہ سے ہمارا بہترین دوست بن جانے والا ہو، جاننے اور پہچاننے کی صرف یہی ایک صورت ہے کہ اس کی اندرونی مخفی صفات کے مظاہر کا جو اس کے اعمال و افعال کی صورت اختیار کرتے ہیں، مشاہدہ اور مطالعہ کریں، اسی طرح سے اللہ کی شخصیت کو جاننے اور پہچاننے کی بھی صرف یہی ایک صورت ہے کہ ہم اُس کی مخفی صفات کے مظاہر کا جو قدرت کے حالات و واقعات اور اعمال و افعال کی صورت اختیار کرتے ہیں، مشاہدہ اور مطالعہ کریں۔

(ڈاکٹر محمد رفیع الدین مرحوم کی ایک تحریر سے اقتباس)

بسم اللہ الرحمن الرّحیم

﴿وَلَا تَنكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ۭ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ ۚ وَلَا تُنكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا ۭ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ ۭ اُولٰۗىِٕكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ښ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ ۚ وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۝ وَيَسْــَٔـلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ ۭ قُلْ هُوَ اَذًى ۙ فَاعْتَزِلُوا النِّسَاۗءَ فِي الْمَحِيْضِ ۙ وَلَا تَقْرَبُوْھُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ ۚ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْھُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ۝ نِسَاۗؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ۠ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ ۡ وَقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ ۭ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝﴾ (آیت ۲۲۱ تا ۲۲۴)

''اور مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو جب تک وہ ایمان نہ لے آئیں۔ ایک مومن لونڈی' آزاد مشرکہ سے بہتر ہے اگر چہ وہ تمہیں بھلی لگے اور مشرک مردوں سے (اپنی عورتوں کا) نکاح نہ کرو جب تک کہ وہ ایمان نہ لے آئیں۔ ایک مومن غلام' آزاد مشرک بہتر ہے خواہ وہ تمہیں اچھا لگے۔ یہ مشرک لوگ تو تمہیں جہنم کی طرف بلاتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ اپنے اذن سے تمہیں جنت اور مغفرت کی طرف بلاتا ہے اور وہ اپنے احکام اسی انداز سے کھول کھول کر لوگوں کے لئے بیان کرتا ہے تاکہ وہ نصیحت قبول کریں۔ نیز وہ آپ سے حیض کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ کہئے کہ وہ ایک گندگی ہے لہٰذا حیض کے دوران عورتوں سے الگ رہو اور جب تک وہ پاک نہ ہو لیں ان کے قریب نہ جاؤ۔ پھر جب وہ پاک ہو جائیں تو ان کے پاس جا سکتے ہو جدھر سے اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں اور پاک صاف رہنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں لہٰذا جیسے تم چاہو اپنی کھیتی میں آؤ مگر اپنے مستقبل کا خیال کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان لو کہ تم اس سے ملنے والے ہو اور مومنوں کو خوشخبری سنا دو۔ اور اپنی قسموں کے لئے اللہ کے نام کو ایسی ڈھال نہ بناؤ کہ تم نیکی کرنے' برائی سے بچنے اور لوگوں کے درمیان صلح اور اصلاح کے کاموں سے رک جاؤ اور اللہ سننے والا' جاننے والا ہے۔''

یہاں فرمایا جا رہا ہے کہ کسی مشرک عورت سے شادی نہ کرنا جب تک وہ ایمان نہیں لے آتی کیونکہ ایک مومنہ لونڈی' آزاد مشرک عورت سے بہتر ہے خواہ وہ مشرک عورت اپنے حسن و جمال' مال و دولت یا حسب نسب کی وجہ سے تمہیں اچھی لگ رہی ہو۔ اسی طرح اپنی عورتوں کی شادی مشرک مردوں سے ہرگز نہ کرو جب تک کہ وہ ایمان نہ لے آئیں۔ مومن مرد اگر غلام بھی ہو تو وہ آزاد مشرک مرد سے بہتر ہے۔ لہٰذا اپنی بیٹیوں یا خواتین کی شادی کسی مشرک سے مت کرو چاہے شکل و شباہت' مال و دولت' حسب و نسب سے وہ تمہیں اچھا ہی لگتا ہو۔ یہ اس لئے کہ یہ مشرک (مرد و عورت) تو آگ کی طرف بلانے والے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ اپنے حکم اور اختیار سے تمہیں جنت اور بخشش کی طرف بلا رہا ہے۔ وہ لوگوں کے لئے اپنی آیات کو واضح کر رہا ہے تاکہ لوگ نصیحت حاصل کریں۔

سوالات کا سلسلہ جاری ہے۔ لوگ مسائل دریافت کر رہے ہیں۔ اے نبیؐ! یہ آپ سے عورتوں کے حیض (ایام ماہواری) کے بارے میں پوچھتے ہیں تو ان کو بتا دیجئے کہ وہ ایک ناپاکی کی حالت ہے' ان ایام میں عورتوں سے دور رہو یعنی حیض کی حالت میں عورتوں سے مقاربت (ہم بستری) نہ کرو۔ ہاں جب وہ ایام گزر جائیں اور وہ خوب پاک ہو جائیں تو پھر ان سے تعلق قائم کرو جیسا کہ اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے۔ وہ تمہارا لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو۔ پھر ان سے تعلق کا جو فطری طریقہ ہے اس کے مطابق تمہیں اجازت ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں اور پاکی اختیار کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

تمہاری بیویاں تمہارے لئے کھیتی کی مانند ہیں۔ جیسے تم زمین میں ہل چلاتے ہو اس سے فصل حاصل ہوتی ہے۔ اسی طرح عورتوں سے ہم بستری کرتے ہو تو اللہ تمہیں اولاد عطا فرماتا ہے۔ یعنی بیویوں سے تعلق کے نتیجے میں تمہاری نسل چلے گی' اولاد ہو گی جو تمہارے بڑھاپے میں تمہارا سہارا بنے گی اور تمہاری ضرورتیں پوری کرنے کا ذریعہ بنے گی۔ اسی طرح جو شخص اولاد کی پرورش کر رہا ہے در اصل وہ اپنے ہی لئے سامان کر رہا ہے۔ دوسرے لفظوں میں وہ بڑھاپے کی لاٹھیاں تیار کر رہا ہے۔ پس اللہ سے ڈرتے رہو اور یقین رکھو کہ تمہیں اس کے سامنے پیش ہو کر رہنا ہے (تب اعمال کے بارے میں باز پرس ہو گی) اور اے نبی اہل ایمان کو بشارت دے دیجئے۔

آگے یہ ہدایت دی جا رہی ہے کہ اللہ کے نام کو تم اپنی قسموں کے لئے تختہ مشق نہ بنا لو۔ بعض اوقات قسمیں کھائی جاتی ہیں نیکی کے کام سے باز رہنے کی مثلاً اس وقت دو فریقوں میں صلح کی کوشش کی جا رہی تھی۔ جب کوشش کے باوجود مصالحت نہ ہو سکی تو ثالث تنگ آ کر کہنے لگا کہ خدا کی قسم اب میں ان کے معاملات میں دخل نہ دوں گا۔ یہ غلط قسم ہے۔ اصلاح کی کوشش تو جاری رہنی چاہئے۔ نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں تو ایسی قسم نہیں کھانی چاہئے کہ میں اس سے رک جاؤں گا۔ پس قسموں کے معاملے میں ایسا طرز عمل اختیار نہ کرو کہ اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

فرمانِ نبوی

فجر کی سنتوں کی فضیلت

چوہدری رحمت اللہ بٹر

((عَنْ اَبِیْ سَعِيْدِ الْخُدْرِیّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ زَادَكُمْ صَلَاةً اِلٰى صَلَاتِكُمْ هِیَ خَيْرٌ لَّكُمْ مِنْ حُمُرِ النَّعَمِ اِلَّا وَهِیَ الرَّكْعَتَانِ قَبْلَ صَلَاةِ الْفَجْرِ)) (اخرجه البیهقی من طریق عمر بن محمد بحیر)

• ''حضرت ابوسعید خدری ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ جل شانہ نے تمہارے لئے ایک نماز کا اضافہ فرمایا ہے اور وہ سرخ اونٹوں سے زیادہ بہتر ہے اور یہ دو رکعتیں ہیں نماز فجر سے پہلے''۔

سنن اور نوافل میں واقعی صبح کی سنتوں کی خاص حیثیت ہے۔ اس لئے سفر میں بھی ان سنتوں کو ادا کرنے کی بہت ترغیب ہے۔ ہمیں اللہ تعالیٰ کے اس احسان کی قدر کرنا چاہئے اور ان کی ادائیگی میں کوتاہی نہیں کرنا چاہئے۔

19-6-2003

اداریہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حکومتی خوش فہمیوں کا ہفتہ

گزشتہ ہفتہ کے دوران اوپر تلے ایسے واقعات رونما ہوتے چلے گئے جن سے حکومتی حلقوں کا خوش فہمی میں مبتلا ہو جانا ایک قدرتی امر ہے' پھر یہ سلسلہ اتنا دراز ہوا کہ اسے ''خوش فہمیوں کا ہفتہ'' کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ اس میں جہاں حکومت کی ''حکمت عملی'' کو دخل ہے' وہاں حزب اختلاف بالخصوص ''متحدہ مجلس عمل'' کا تعاون بھی شاملِ حال ہے' جسے میڈیا نے ''مہذب تعاون'' سے تعبیر کیا ہے۔

7 جون کو جب بجٹ اجلاس شروع ہوا تو عام خیال یہ تھا کہ اجلاس مار دھاڑ اور شور وغوغا سے بھرپور ہنگامہ آرائی کی نذر ہو جائے گا۔ پی پی پی اور مسلم لیگ (ن) کے حلقے یہی چاہتے تھے کہ اس طرح جنرل مشرف کو پارلیمنٹ برطرف کرنے پر مجبور کر دیا جائے' تاکہ درمیانی مدت کے عام انتخابات کی راہ ہموار ہو جائے' لیکن متحدہ مجلس عمل کی زیرک قیادت نے اُن کی اس خواہش کو پروان چڑھنے نہ دیا۔ مولانا فضل الرحمٰن نے اپوزیشن کے مشترکہ اجلاس سے طے کروالیا کہ اپوزیشن ایوان میں احتجاج کو اس شدت تک نہیں لے جائے گی کہ وزیر خزانہ شوکت عزیز بجٹ تقریر پڑھ ہی نہ سکیں۔ چنانچہ وہ تماشا نہ ہوا جو پارلیمنٹ کے وجود کو خطرے میں ڈال سکتا تھا۔ حکومت کے لئے اپوزیشن کا یہ رویہ غنیمت بلکہ نعمت ثابت ہوا۔

10 جون کو لاہور ہائی کورٹ کے ایک ڈویژن بنچ نے معروف وکیل اے کے ڈوگر' کی رٹ پٹیشن کا تفصیلی فیصلہ دیتے ہوئے قرار دیا کہ آئین کی کوئی بھی شق صدر مملکت کو وردی میں رہنے سے نہیں روکتی' اس لئے صدر کا یہ کہنا کہ وہ اپنی مرضی سے وردی اتارنے کی تاریخ کا تعین کریں گے' آئین کی کسی شق سے متصادم ہے نہ بغاوت کے قانون کے تحت کارروائی کے زمرے میں آتا ہے۔

اس فیصلے سے شہ پا کر جنرل مشرف نے لاہور بار ایسوسی ایشن کے ایک اجلاس میں صدارتی تقریر کرتے ہوئے ڈاڑھی اور حجاب کے خلاف ایک سخت بیان داغ دیا۔ یہ اجلاس بقول بی بی سی' حکومت پنجاب اور لاہور بار ایسوسی ایشن کے تعاون سے پنجاب کے 34 اضلاع سے دوڈھائی ہزار وکلا اکٹھے کرکے' برپا کیا گیا تھا۔ جنرل پرویز مشرف نے حلیف وکلاء کے نعروں کی گونج میں پھر اعلان کیا کہ وہ وردی اپنی مرضی سے اتاریں گے۔

لاہور بار ایسوسی ایشن کے اجلاس کے ساتھ ساتھ اسلام آباد میں سپریم کورٹ بار ایسوسی ایشن نے صدر کی وردی' ایل ایف او اور دوسرے آئینی نکات کے خلاف سپریم کورٹ کے احاطے میں ایک کنونشن بھی بلا رکھا تھا۔ سپریم کورٹ کی انتظامیہ نے کنونشن کے انعقاد کی اجازت دینے سے انکار کر دیا اور یہ کنونشن سڑک پر منعقد ہوا۔ انتظامیہ نے بار ایسوسی ایشن کے دفتر اور لائبریری کو سیل کر دیا۔ لاہور بار ایسوسی ایشن کا اجلاس دھوم دھام سے منعقد کرنا اور سپریم کورٹ بار ایسوسی ایشن کے اجلاس کو ہر طریقے سے روکنا' یہ بھی حکومت کی خوش فہمیوں میں اضافے کا سبب بنا۔

ان سب کارروائیوں پر مہر تصدیق سپیکر قومی اسمبلی چودھری امیر حسین نے اپنی اس رولنگ سے ثبت کر دی کہ ایل ایف او آئین کا حصہ ہے' اور اس تصدیق کی مزید توثیق قومی اسمبلی میں حکومتی کولیشن نے جنرل مشرف پر ''اظہار اعتماد'' کی قرارداد منظور کر کے دی ہے۔

بلاشبہ قومی اسمبلی نے پانچ دن کی مختصر مدت میں آئندہ مالی سال کا بجٹ منظور کر کے نیا ریکارڈ قائم کر دیا ہے' اب حزب اختلاف کے رویے میں حالیہ نرمی (حکمت عملی!) کو بھانپ کر حکومت اپنے رویے میں یقیناً سختی پیدا کرے گی۔ لیکن اسے یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ اب باری اپوزیشن کی ہے۔ آئندہ آنے والے دو تین ماہ حکومت پر بہت بھاری پڑیں گے اور اگر جنرل مشرف نے آرمی چیف اور صدر مملکت میں سے کسی ایک کا انتخاب نہ کیا تو کوئی بعید نہیں کہ آنے والا طوفان انہیں دونوں مناصب سے محروم کر دے گا' اور ماہرین کا خیال ہے کہ قومی مفاد کا تقاضا بھی یہی ہے۔

(ادارہ تحریر)

قیامِ خلافت کا نقیب

ندائے خلافت

جلد 12 شمارہ 22

19 تا 25 جون 2003ء

(۱۸ تا ۲۴ ربیع الثانی ۱۴۲۴ھ)

○

بانی: اقتدار احمد مرحوم

مدیر: حافظ عاکف سعید

نائب مدیر: فرقان دانش خان

ادارہ تحریر: سید قاسم محمود' مرزا ایوب بیگ

سردار اعوان' محمد یونس جنجوعہ

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

○

پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چوہدری

مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مقام اشاعت: 36-کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:

67-گڑھی شاہو' علامہ اقبال روڈ لاہور

فون: 6316638-6366638 فیکس: 6305110

E-Mail:markaz@tanzeem.org

○

قیمت فی شمارہ : 5 روپے

سالانہ زرِ تعاون

اندرون ملک......250 روپے

بیرون پاکستان

☆ یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ

...........1500 روپے

☆ امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ

...........2200 روپے

نوٹ: ندائے خلافت میں شائع شدہ سیاسی تجزیوں اور تبصروں سے ادارے کا کامل اتفاق ضروری نہیں!

ایڈیٹر کی ڈاک

❁ محترمہ بتول ملک صاحبہ کا خط امریکا سے آیا ہے لکھتی ہیں: "ندائے خلافت" میں صوبہ سرحد اور خاص طور پر دیر کے حالات پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔ یہ خبریں جو دیر کے رفقائے تنظیم کی دعوتی سرگرمیوں پر مشتمل ہیں' انہیں پڑھ کر طبیعت خوش ہو جاتی ہے اور دیر کے بھائیوں کے لئے دل سے دعائیں نکلتی ہیں۔ قرآن کالج کے طلبہ کا کالام کا سفر نامہ بھی بے حد دلچسپ تھا۔ میری دلی دعا ہے کہ دیر اور سرحد کی طرح یہاں مین ہیٹن (نیویارک) میں بھی اسلام آ جائے۔ آمین!"

جناب شیخ شوکت علی، لالہ رخ، واہ کینٹ نے اپنے مکتوب میں ہماری ایک غلطی کی تصحیح کی ہے فرماتے ہیں "شمارہ نمبر 18" میں "دعوت و تحریک" کے قسط وار سلسلہ میں ایک مضمون "تنظیم اسلامی کی دعوت اور طریق کار" کی دوسری قسط شائع ہوئی ہے۔ لکھنے والے جناب محمد اشرف ڈھلوں ہیں۔ انہوں نے اس مضمون میں صفحہ 15 پر ایک شعر کا حوالہ دیا ہے:

صحبتِ صالح ترا، صالح کند
صحبت طالح ترا، طالح کند

انہوں نے بھی ناخواستہ طور پر لفظ "طالح" کی بجائے "طالع" لکھ دیا ہے۔ اس شعر میں یہ فروگزاشت اکثر اوقات ہو جاتی ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ اس شعر کا مطلب یہی لیا جاتا ہے کہ نیک لوگوں کی صحبت میں انسان نیکی کا راستہ اختیار کرتا ہے اور بُرے لوگوں کی صحبت میں انسان بدی کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ لفظ طالح کا مطلب ہے ایک بدکار شخص، اور لفظ طالع ایک خوش قسمت یا نیک انسان کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ کاش کہ ایسی تحریروں میں جو ایک پاک مقصد کی غرض سے لکھی جاتی ہیں، ایسی غلطی کی تصحیح کر دی جائے۔"

[محترم محمد اشرف ڈھلوں صاحب نے تو درست ہی لکھا تھا، لیکن کتابت (کمپیوٹر) کی غلطی سے ح کی جگہ ع ٹائپ ہو گیا۔ شوکت علی صاحب کا شکریہ واجب ہے کہ انہوں نے غلطی کی نشاندہی کی۔ قارئین کرام کی سہولت کے لئے ان تینوں الفاظ کے معنی درج کئے جاتے ہیں۔

صالح: نیک، پاک، متقی
طالح: صالح کی ضد، بد، بُرا
طالع: طلوع ہونے والا، نصیب، نیا چاند، عموماً یہ لفظ کسی لفظ سے مل کر آتا ہے، مثلاً طالع آزما، طالع شناس، طالع مند وغیرہ۔]

❁ محمد اکرام بٹ صاحب "تحریک اسلامی پاکستان" ضلع وہاڑی کے رکن ہیں۔ اپنے تازہ خط میں لکھتے ہیں۔ "جناب راؤ محمد جمیل کے توسط سے "ندائے خلافت" سے مستفید ہو رہا ہوں۔ اب یہ حالت ہو گئی ہے کہ شمارے کا انتظار رہتا ہے۔ مضامین خوب سے خوب تر ہو رہے ہیں' جن میں مقصدیت نمایاں نظر آتی ہے۔ بعض نئے سلسلے بہت مفید ہیں۔ اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ۔ فلسطین نمبر' عراق نمبر اور اقبال نمبر کی ایک ایک کاپی مجھے بذریعہ وی پی پی بھجوا دیں۔"

❁ "ندائے خلافت" کے ایک سالانہ خریدار محترم سہیل کوثر نے اپنے پتے کی تبدیلی کی اطلاع بذریعہ فیکس دیتے ہوئے مناسب خیال کیا کہ "ندائے خلافت" کے بارے میں اپنے تاثرات ایک سطر میں بیان کر دیں۔ انگریزی میں کہتے ہیں: "یہ ہفت روزہ اب دن بدن معلومات افروز ہوتا جاتا ہے' اور مسلمانوں کے شاندار ماضی' آزادی کے لئے ان کی جدوجہد اور احیائے اسلام کے لئے ان کی تحریکوں کی یاد دلاتا ہے۔"

❁ جناب سیف اللہ مہر کا تعلق شاہ ولی اللہ لائبریری' سکھر سے ہے۔ "ندائے خلافت" کے حلقۂ قارئین میں حال ہی میں شامل ہوئے ہیں' شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ پچھلے چند شماروں میں شاہ ولی اللہ اور ان کی تحریک پر سلسلہ وار مضامین چھپتے رہے ہیں۔ شاہ ولی اللہ کی تحریک کی خوشبو سیف صاحب کو "ندائے خلافت" کی طرف کھینچ لائی۔ وہ اپنے خط میں لکھتے ہیں "آپ کے اس مختصر سے جریدے نے زرد صحافت کے مقابلے میں احیائے اسلام کی صحافت کا کردار ادا کیا ہے۔ تمام مضامین علمی و تحقیقی انداز لئے ہوئے دلچسپ اور فکر انگیز ہیں۔ شاہ ولی اللہ پر آپ کے مضامین پڑھنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ ماشاء اللہ نہایت ہی تحقیقی مواد خوبصورتی سے رقم کیا گیا ہے۔"

❁ جناب شیخ شوکت علی' لالہ رخ' واہ کینٹ کا ایک اور مکتوب "ایڈیٹر کی ڈاک" سے برآمد ہوا ہے۔ خاصا طویل اور نصیحت آمیز ہے۔ یہاں صرف وہ پیراگراف نقل کیا جا رہا ہے' جس کا تعلق "ندائے خلافت" سے ہے۔ فرماتے ہیں: "آپ نے کچھ ہفتے گزرے' ایک ہفتہ وار انگریزی جریدہ جاری کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تھا اور قارئین سے ان کی رائے طلب کی تھی۔ میری رائے یہ ہے کہ:

(1) آپ انگریزی زبان میں ہفتہ وار رسالہ جاری کرنے کی بجائے "ندائے خلافت" کی بہتری کی طرف توجہ دیں اور اسے ایک بڑا اور مستحکم ہفت روزہ بنائیں۔

(2) آپ ایسے تعلیم یافتہ اصحاب کی ٹیم منتخب کریں جو انگریزی اور اردو دونوں زبانوں پر عبور رکھتے ہوں اور دینی اور سیاسی موضوعات پر قابل اعتماد اور قابل ستائش مقام رکھتے ہوں۔

(3) ایسے اصحاب جو پاکستان اور غیر ممالک میں شائع ہونے والے انگریزی اخبارات اور رسائل و جرائد کا مطالعہ کرتے ہوں۔ ایسے اصحاب ہر ہفتے ایک یا دو ایسے معیاری مضامین کا انتخاب کریں جو انگریزی میں ہوں یا ان کا اردو میں ترجمہ آپ کی خدمت میں پیش کریں۔

(4) آپ کی برابر یہی کوشش ہونی چاہئے کہ "ندائے خلافت" میں تحریروں کا معیار بلند سے بلند تر ہو اور آپ کے نصب العین کے مطابق دینِ اسلام کا قائم ہونا اور پھیلنا ناممکن ہے۔

ان شاء اللہ! "ندائے خلافت" ایک مختصر سے ہفت روزہ جریدے سے ترقی پا کر عروج حاصل کرے گا اور ایک گم کردہ راہ قوم کے لئے' صراطِ مستقیم پر ایک سنگِ میل کی حیثیت اختیار کر لے گا۔

فراستِ مومن

ایک بار حضور اکرم ﷺ نے حضرت حذیفہ بن یمانؓ کو جاسوس کی حیثیت سے کفار کی طرف بھیجا۔ حضرت حذیفہؓ مشرکین کے اجلاس میں جا کر بیٹھ گئے۔ اجلاس سے قبل ابوسفیان نے حکم دیا کہ ہر شخص اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے کو اچھی طرح دیکھ لے۔

حضرت حذیفہؓ نے فوراً اپنے ساتھ بیٹھے آدمی سے پوچھا "تو کون ہے؟" وہ کہنے لگا کہ وہ فلاں خاندان کے فلاں شخص کا بیٹا ہے۔ یوں حضرت حذیفہؓ اپنی ذہانت سے کام لے کر مشرکین کے اجلاس میں موجود رہے اور اہم راز مسلمانوں تک لانے میں کامیاب ہو گئے۔

(مومنوں کی فراست کے قصے از ابراہیم بن عبداللہ)

مطالعہ سورۂ بنی اسرائیل (۴)

مسجد دارالسلام باغ جناح' لاہور میں امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید کے 13 جون 2003ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

سابقہ امت مسلمہ (بنی اسرائیل) حضور ﷺ کی بعثت سے پہلے دو عروج و زوال سے گزر چکی تھی اور حضور اکرم ﷺ کے اس حکیمانہ فرمان کے مطابق نے کہ میری امت پر بھی وہ تمام حالات آ کر رہیں گے جو سابقہ امت پر آئے تھے' گزشتہ خطاب جمعہ میں تاریخ کے مطالعہ سے یہ بات ہمارے سامنے آئی کہ موجودہ امت مسلمہ بھی اب تک دو عروج اور دو ہی زوال سے گزر چکی ہے۔ اس مشابہت کا ایک مظہر یہ بھی ہے کہ بنی اسرائیل کی طرح ہم سے بھی تاریخ میں دو مرتبہ بیت المقدس چھینا جا چکا ہے۔ اس وقت اسرائیل جو مادی لحاظ سے نہایت طاقتور ملک ہے اور اس کی پشت پر یورپ اور امریکہ کی قوتیں ہیں بیت المقدس پر قابض ہے اور کسی عرب ملک میں ہمت نہیں ہے کہ اس سے ٹکر لے سکے۔ ان حالات میں ہم بیت المقدس کو کیسے واپس لے سکتے ہیں' بظاہر اس کا کوئی امکان نظر نہیں آ رہا' کب حالات پلٹا کھائیں' اللہ کی مشیت کیا ہے وہ اللہ کو معلوم ہے۔ البتہ غور طلب بات یہ ہے کہ ان حالات میں ہمارے لئے راستہ کون سا ہے؟ لائحہ عمل کیا ہے؟ وہی جو سورہ بنی اسرائیل میں بنی اسرائیل کے لئے تجویز کیا گیا تھا۔ چنانچہ بنی اسرائیل کو دوٹوک انداز میں اپنا حتمی فیصلہ سنانے کے بعد کہ:

> ''ہو سکتا ہے کہ تمہارا رب تم پر رحم فرمائے۔ لیکن اگر تم نے آئندہ بھی وہی کچھ کیا تو ہم بھی وہی کچھ کریں گے۔ اور ہم نے جہنم کو بنا دیا جس نے ان کافروں کو گھیرا ہوا ہے' اللہ کی رحمت کے حصول کا ذریعہ بھی بتا دیا کہ ''بے شک یہ قرآن ہے جو ہدایت دیتا ہے' اس راستے کی جو بالکل سیدھا ہے''۔

کہ تم اگر اس کی رحمت کے مستحق بننے کی کوشش کرو تو رحمت خداوندی پھر تمہارے شامل حال ہو سکتی ہے' یہ اللہ کی طرف سے وعدہ ہے۔ اس کا راستہ یہ ہے کہ تم اللہ کی کتاب یعنی قرآن پر ایمان لاؤ' اس کی نعمت ہدایت کی قدر کرو اور رحمت اللعالمین ﷺ کے دامن سے وابستہ ہو جاؤ تو دوبارہ اللہ کی رحمت تمہارے شامل حال ہو سکتی ہے۔ مسلمانوں کے لئے بھی موجودہ حالات میں اللہ کا پیغام یہی ہے کہ قرآن کو مضبوطی سے مل جل کر تھامو' اس کی فکری' عملی' رہنمائی کو اختیار کرو' قرآن کے دیئے ہوئے نظام عدل اجتماعی کو جو آنحضور ﷺ کے توسط سے نوع انسانی کو ملا ہے' قائم کرو اور اسوۂ رسول ﷺ پر کاربند ہو جاؤ تو دنیا میں از سر نو عزت و سر بلندی اور عروج کو حاصل کر سکتے ہو لیکن اگر تم نہیں کرو گے تو تم پر ویسے ہی عذاب آ تا رہے گا جیسے بنی اسرائیل پر آتا رہا ہے اور پھر جہنم تو ہے ہی ایسے فاسقوں کو گھیرے ہوئے۔ چنانچہ فرمایا:

> ''بے شک یہ قرآن ہے جو ہدایت دیتا ہے اس راستے کی طرف جو سب سے سیدھا ہے۔ اور بشارت دیتا ہے ان اہل ایمان کو جو اچھے عمل کرتے ہیں کہ ان کے لئے بہت بڑا اجر ہے اور وہ لوگ جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے لئے دردناک عذاب ہے''۔ (آیت: 9'10)

قرآن میں راستہ کی رہنمائی دنیا ہے وہ سب سے آسان' سب سے سیدھا اور فطرت کے مطابق ہے۔ مسلمان قوموں کے زوال کا اصل سبب یہ ہے کہ اللہ کی کتاب کو ترک کرنے کے باعث قدم کی نظریاتی بنیادیں کمزور پڑ جاتی ہیں۔ جس کی وجہ سے عقیدے اور عمل کی گمراہی در آتی ہے اور وہ صراط مستقیم سے ہٹ کر پستی اور زوال کا شعار ہو جاتی ہے۔ اگر وہ دوبارہ اللہ کی کتاب کو اپنا رہنما بنائے اور اس کی رہنمائی کو اختیار کرے تو دوبارہ اللہ کی رحمت ان کے شامل حال ہو سکتی ہے۔ اقبال نے کہا تھا۔

> وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
> اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

یہ ترجمانی ہے ایک حدیث نبوی ﷺ کی جس کے راوی حضرت عمرؓ ہیں:

> ''اللہ تعالیٰ اس کتاب (القرآن) کی بدولت بہت سی قوموں کو عروج عطا کرے گا اور اس کو ترک کرنے کی پاداش میں بہت سی قوموں کو ذلیل و رسوا کرے گا''۔

اس لئے کہ یہ قرآن اللہ کی کتابوں میں دی گئی شریعت اور ہدایت کا فائنل ایڈیشن ہے۔ قرآن ہی میں یہ مضمون آیا ہے کہ:

> ''آج کے دن میں نے تم پر دین کو مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی اور اسلام کو بطور دین پسند کر لیا''۔

لہٰذا اب سابقہ کتابوں پر ایمان کفایت نہیں کرے گا بلکہ قرآن پر ایمان لانا بھی از بس ضروری ہے۔ اب صرف وہی شخص ہدایت یافتہ قرار پا سکتا ہے جو قرآن کی ہدایت کو اپنائے۔

ایک اور پہلو سے بھی دیکھئے کہ یہ آسمانی کتابوں میں واحد کتاب ہے جو آج تک اپنی اصل شکل و صورت میں موجود ہے۔ اس کے علاوہ کوئی آسمانی کتاب اپنی اصل زبان جس میں وہ نازل ہوئی' موجود نہیں ہے۔ واحد مستند آسمانی کتاب صرف قرآن ہی ہے اور اب یہی ہدایت کا سرچشمہ ہے۔ خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

> ''مسلمانوں میں تم میں وہ چیز چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ اگر اسے مضبوطی سے تھامے رہو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے' وہ چیز اللہ کی کتاب ہے''۔

اب اگر کوئی اللہ سے اپنا رشتہ جوڑنا چاہتا ہے تو وہ اس قرآن کے واسطے سے جڑے گا۔ اس کے علاوہ کوئی راستہ نہیں۔ آیت نمبر 10 میں فرمایا کہ دراصل قرآن کی تعلیمات کا اصل سبق یہ ہے کہ انسان کی آنکھ پر جو پٹی بندھی ہوئی ہے اسے ہٹایا جائے' اسے یہ بتایا جائے کہ یہ دنیا ایک امتحانی وقفہ ہے' یہ دھوکے کا سامان ہے' اصل زندگی آخرت کی زندگی ہے اور جو لوگ اس کتاب کو مانیں اور اس کے مطابق اپنے اعمال کو درست کر لیں انہیں بشارت ہے کہ ان کے لئے بہت بڑا اجر ہے۔ اور جو آخرت کو نہیں مانیں گے ان کے لئے وہاں دردناک عذاب اللہ نے تیار کر رکھا ہے۔

اللہ کا اپنی مخلوق (اشرف المخلوقات) کے نام اصل پیغام یہی ہے کہ یہ زندگی اصل زندگی نہیں ہے۔ یہ دارالامتحان ہے اور اجر کبیر مسلمانوں کے لئے یہاں نہیں ہے۔ یہاں اگر کوئی کامیابی ملے تو وہ بونس کے درجے ہے ورنہ یہ دنیا تو اہل ایمان کے لئے آزمائش گاہ ہے۔ جس میں خوف' بھوک اور جان و مال کے نقصانات کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنے وفاداروں کا امتحان لیتا ہے۔ سب سے بڑی جہالت یہ ہے کہ انسان یہ سمجھے کہ یہی دنیا اصل زندگی ہے۔

اور یہی دجالیت ہے۔ قرآن بتاتا ہے کہ تمہاری منزل اور اصل کامیابی کیا ہے۔

''جو جہنم کے عذاب سے بچا لیا گیا اور اسے جنت میں داخلہ مل گیا پس وہ ہے اصل میں کامیاب''۔

اس کامیابی کا حصول قرآن وسنت کے اتباع سے ہی ہوسکتا ہے۔

آگے فرمایا:

''اور انسان اللہ سے شر کی دعائیں مانگتا ہے۔ جیسے کہ اسے دعا کرنی چاہئے خیر کی اور آدمی ہے ہی بڑا جلد باز''۔ (آیت: 11)

اس سے کیا مراد ہے؟ ایک تو شانِ نزول کے اعتبار سے واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ مشرکین دعائیں کرتے تھے کہ اے اللہ یہ محمدؐ جو کہتے ہیں اگر واقعی حق ہے تو ہم پر عذاب آجائے۔ یہ تو سیدھا سا شر تھا جس کی وہ دعا کرتے تھے۔ تاہم اصولی بات یہ ہے کہ انسان کو اپنے بھلے برے کا پتہ نہیں ہے۔ وہ اکثر اوقات دنیا کے لئے دعا کرتا ہے۔ اسے نہیں معلوم کہ جتنا زیادہ سامانِ دنیا اس کے پاس ہوگا وہ اتنا زیادہ سخت امتحان سے دوچار ہوگا۔ اور شیطان کے لئے اسے تر نوالہ بنانا اتنا ہی زیادہ آسان ہو جائے گا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تھا کہ اے مسلمانو! مجھے تمہارے بارے میں فقر کا اندیشہ نہیں ہے بلکہ اس بات کا ڈر ہے کہ تمہارے قدموں میں دولت کے ڈھیر جمع ہو جائیں گے جس کی وجہ سے تم غلط راستے پر چل نکلو گے۔

قرآن مجید نے اس کا نقشہ یوں کھینچا ہے کہ کچھ لوگ ہیں جو بیت اللہ پہنچ کر بھی صرف دنیا کی کامیابی اور مال و دولت کے حصول کی دعا کرتے ہیں کہ

''پروردگار ہمیں دنیا میں (سب کچھ) عطا فرما' ایسے شخص کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں''۔

سورۃ البقرہ ہی میں اس مضمون کو یوں واضح فرمایا گیا ہے کہ:

''ہوسکتا ہے کہ تم کسی چیز کو پسند کرو حالانکہ اس میں تمہارے لئے شر ہو اور ہوسکتا ہے تم کسی چیز کو ناپسند کرو حالانکہ تم ناگوار محسوس کر رہے ہو وہ تمہارے لئے باعث خیر ورحمت ہو۔ اللہ جانتا ہے تم نہیں جانتے''۔

خیر وشر کے لئے بھی اصل پیمانہ ومعیار اللہ کی کتاب اور اسوہ رسولؐ ہے۔ اسی لئے افضل دعائیں وہ ہیں جو قرآن واحادیث میں مذکور ہیں۔

آگے فرمایا:

''اور ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنا دیا۔ رات کی نشانی کو ہم نے دھندلا کر دیا۔ اور دن کی نشانی کو ہم نے دیکھنے کے لئے روشن کر دیا تاکہ تم سالوں کی تعداد اور حساب معلوم کرسکو اور ہم نے ہر چیز کو خوب اچھے طریقے سے واضح کردیا''۔ (آیت: 12)

اگر تم واقعتاً ہدایت کے طالب ہو تو زمین اور آسمان میں جابجا اللہ کی قدرت کی نشانیاں پھیلی ہوئی ہیں۔ انسان Laws of Nature کو دریافت کر کے کہتا ہے کہ میں نے بڑی کامیابی حاصل کی حالانکہ نہ اس نے اس کائنات کو نہ ہی ان قوانینِ قدرت کو بنایا ہے۔ یہ سب تو اللہ کا بنایا ہوا عظیم الشان نظام ہے۔ خاص طور پر اس میں دن اور رات کی نشانی تو ہر وقت تمہارے سامنے ہے۔ رات کو تاریکی ہے اور دن میں روشنی ہے۔ اسے قران مجید میں اس مضمون کو مختلف پیرائے میں بیان کیا گیا ہے۔ سورۃ القصص میں ہے کہ ''اللہ کی رحمت کی نشانی ہے کہ اس نے رات اور دن تمہارے لئے بنائے۔ رات سکون کے لئے ہے اور دن اس لئے کہ اس میں تم اللہ کا فضل تلاش کرو''۔

اس کے علاوہ دن و رات سے ہی وقت کو ناپا جاتا ہے۔ ایک سال 365 دن کا مجموعہ ہے۔ ایک ہفتہ 7 ایام پر مشتمل ہے اور دن اور رات سے ایک Unit مکمل ہوتا ہے اور دیگر کاروبارِ دنیا بھی اسی سے متعلق ہے۔

علامہ شبیر احمد عثمانی نے اس ضمن میں بڑا اہم نکتہ بیان فرمایا ہے:

یہ حیات دنیوی رات کی مانند ہے۔ اس کی اصل حقیقت ہمیں دکھائی نہیں دیتی۔ کچھ دھندلے نقوش ہیں' کچھ فریب نظر ہے۔ ہم شر کو خیر سمجھ کر اس کے لئے دعا کر رہے ہوتے ہیں اور جو حقیقت میں ہمارا فائدہ ہوتا ہے ہم اسے نقصان سمجھ رہے ہوتے ہیں۔ قرآن کی مشعلِ ہدایت سے انسان روشنی حاصل کرتا ہے۔ جہالت کے پردے ہٹ جاتے ہیں اور وہ علم و ہدایت کی روشنی میں آجاتا ہے۔ آخرت میں تو ہر چیز روشن ہوگی اور سارے پردے ہٹا دیئے جائیں گے۔ اور ہر مشرک اور کافر بھی اصل حقیقت کا مشاہدہ بچشم سر کر سکے گا۔

ان شاء اللہ آئندہ جمعہ میں سورۃ بنی اسرائیل کا مطالعہ جاری رہے گا۔

پریس ریلیز

امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید کی متحدہ مجلس عمل کے رہنماؤں سے ملاقات

امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے متحدہ مجلس عمل کے رہنماؤں مولانا فضل الرحمٰن اور مولانا شاہ احمد نورانی سے (8 جون کو) الگ الگ ملاقات میں سرحد اسمبلی میں شریعت بل کی منظوری پر مبارک باد پیش کی۔ دونوں رہنماؤں نے اس مبارک باد پر امیر تنظیم کا شکریہ ادا کیا۔ امیر تنظیم نے کہا کہ یہ بات خوش آئند ہے کہ سرحد اسمبلی نے متفقہ طور پر اپنے دائرہ اختیار میں رہتے ہوئے شریعت پر عمل درآمد کے عزم کا اظہار کیا ہے۔ امیر تنظیم نے مزید کہا کہ اب ضرورت اس بات کی ہے کہ قومی اسمبلی سے ایسا ہی ایک بل پاس کروانے کی کوشش کی جائے جس طرح سرحد اسمبلی کے ان ممبران نے جن کا تعلق سیکولر جماعتوں سے ہے' شریعت بل کی حمایت کی ہے اسی طرح توقع کی جاسکتی ہے کہ قومی اسمبلی میں بھی پوری اپوزیشن اور حکمران جماعت کے بھی اکثر ارکان اس بل کی حمایت کریں گے......ان شاء اللہ۔

متحدہ مجلس عمل کے رہنماؤں نے اس بات کو واضح کیا کہ ہم نے محدود مدت کے لئے باوردی صدر کو قبول کرنے کا عندیہ اس شرط پر دیا ہے کہ وہ آئین میں قرآن وسنت کی بالادستی کو درج کریں اور نفاذ شریعت کے دیگر تقاضوں پر عملدرآمد کا وعدہ کریں۔ یہ ملاقاتیں بڑے خوشگوار ماحول میں ہوئیں' امیر تنظیم اسلامی نے شریعت کی بالادستی کے لئے متحدہ مجلس عمل کی آئینی وقانونی جدوجہد میں تعاون کا یقین دلایا۔

☆☆☆

صدر مشرف اگر اسلام کو اپنی ''ترقی پسندی'' سے محفوظ رکھیں تو بہتر ہوگا ○ امیر تنظیم اسلامی

(12 جون) سرحد اسمبلی نے اگر متفقہ طور پر نفاذ شریعت کے عزم کا اظہار کیا ہے تو اس پر صدر پرویز مشرف یا کسی اور کو اعتراض کرنے کا کیا حق حاصل ہے۔ سرحد اسمبلی میں عوام کے منتخب کردہ نمائندے اگر متفقہ طور پر کسی بل کو منظور کرتے ہیں تو اسے گویا پورے صوبہ سرحد کے عوام کی حمایت حاصل ہوگئی۔ کوئی بھی شخص جو جمہوری اقدار کا ماننے والا ہو' اس کی مخالفت نہیں کر سکتا۔ یہ بات امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے صدر پرویز مشرف کے اُس بیان کی مذمت کرتے ہوئے کہی جو کوہاٹ میں صدر کی تقریر کے حوالے سے اخبارات میں شائع ہوا تھا۔

امیر تنظیم اسلامی نے مزید کہا کہ حقیقی اسلام کیا ہے اور کیا نہیں؟ اس کی وضاحت اور تشریح کے لئے ملک میں وفاقی شرعی عدالت جیسا آئینی ادارہ موجود ہے' اس سے رجوع کیا جاسکتا ہے۔ کسی فرد واحد کو یا ایسے لوگوں کو جو قرآن وسنت سے ناواقف اور عربی سے بے بہرہ ہوں' اس معاملے میں فیصلہ کرنے کا ہرگز حق حاصل نہیں۔

داڑھی کے بارے میں بھی پرویز مشرف کے نامناسب اندازِ بیان پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے امیر تنظیم نے کہا کہ دینی شعائر کی پابندی نہ کرسکنے پر کسی بھی مسلمان کو شرمندگی اور ندامت کا اظہار کرنا چاہئے نہ کہ ڈھٹائی اور ہٹ دھرمی کا۔ انہوں نے کہا کہ صدر پرویز مشرف اگر اسلام کو اپنی ''ترقی پسندی'' سے محفوظ ہی رکھیں تو یہ ملک وقوم کے حق میں بہتر ہوگا۔

تجزیہ

بجٹ اور سیاسی استحکام

تحریر : مرزا ایوب بیگ

نئی منتخب سویلین حکومت نے 7 جون کو اپنا پہلا بجٹ پیش کیا۔ جمالی حکومت کو فوجی دور کا وزیر خزانہ اس لئے قبول کرنا پڑا تھا کیونکہ شراکتِ اقتدار کی شرائط میں سے ایک یہ بھی تھی کہ مشرف حکومت کی مالیاتی پالیسیوں کو جاری رکھا جائے گا۔ یہ پاکستان کی تاریخ کا سب سے بڑا بجٹ تھا۔ اس کا حجم 8 کھرب روپے سے زائد تھا جس میں 5 کھرب روپے ٹیکسوں کی مد میں 1.5 کھرب روپیہ ٹیکس کے علاوہ دوسرے وسائل سے اور 62 ارب روپیہ گیس اور پیٹرولیم سرچارج سے حاصل کئے جائیں گے۔ ایک بار پھر خسارے کا بجٹ پیش کیا گیا ہے اور یہ خسارہ پونے دو کھرب سے زائد ہے جو عالمی مالیاتی اداروں سے قرض لے کر پورا کیا جائے گا البتہ یہ ناقابل یقین بات بڑا زور دے کر کہی گئی ہے کہ پاکستان آئی ایم ایف سے آخری مرتبہ قرض لے رہا ہے۔ آئندہ قرضوں کی ضرورت پڑی تو وہ اپنی شرائط پر حاصل کئے جائیں گے۔ ملک کی معیشت کیونکہ ٹریک پر آ چکی ہے لہٰذا دنیا بھر کے پرائیویٹ مالیاتی ادارے کم سے کم شرح سود پر قرض دینے کو تیار ہیں۔ حکومت نے اس عزم کا اظہار کیا ہے کہ وہ صنعتی ترقی کی رفتار کو تیز کر کے 6 فیصد پر لائے گی۔ زرعی اور انجینئرنگ کی صنعت کو مراعات دے کر اس قابل کر دے گی کہ وہ عالمی معیشت میں فعال اور اہم کردار ادا کر سکے۔ نجکاری کے عمل میں ماضی کی حکومتوں کی کوتاہیوں کی وجہ سے سست روی رہی۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ پبلک سیکٹر کے نقصان کو کم از کم کیا جائے تا کہ یہ قابل فروخت ہو سکیں۔ اب تک کی صورتِ حال یہ ہے کہ پبلک سیکٹر بہت خستہ حال ہے لہٰذا سرمایہ کار نجکاری کے عمل میں دلچسپی نہیں لے رہے۔ دولت ٹیکس کو ختم کرنے کا وعدہ گزشتہ بجٹ میں کیا گیا تھا یہ وعدہ پورا کرنے کا یعنی دولت ٹیکس ختم کرنے کا اعلان کیا گیا ہے۔ ماضی میں حکومتیں بعض شعبہ جات پر خاص نظرِ کرم کرتی رہیں۔ مثلاً ضیاء دور میں ٹیکسٹائل انڈسٹری' بے نظیر دور میں پاور سیکٹر اور نواز شریف دور میں شوگر انڈسٹری کو بہت اہمیت دی گئی۔ اس بجٹ میں یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ حکومت ایک شعبہ کو نمایاں فنڈز یا وسائل دینے کی بجائے تمام اہم شعبوں پر مساوی توجہ دینے کی کوشش کرے گی۔ خاص طور پر انجینئرنگ انڈسٹری کی بہت سی مصنوعات پر ڈیوٹی میں کمی کی گئی ہے۔ زرعی مصنوعات کی پیکنگ اور برآمدات کو فروغ دینے کے اقدامات کئے گئے ہیں علاوہ ازیں زرعی قرضوں پر سود کی شرح میں مزید کمی کر دی گئی۔ اسی طرح ہاؤسنگ انڈسٹری کو فروغ دینے کے لئے سیمنٹ کی قیمت میں 25 فیصد کمی کی گئی ہے اور سرکاری ملازمین کو گھر بنانے کے لئے قرضہ کی حد 5 لاکھ کر دی گئی ہے۔ حکومت نے کمرشل اور نجی بنکوں کو بھی ہدایت کی ہے کہ وہ مکان بنانے کے لئے آسان شرائط پر قرضے دیں۔ اس بجٹ میں چھوٹے تاجروں کو ریلیف دینے کے لئے سیلز ٹکس ختم کر کے 2% ٹرن اوور ٹیکس دینے کی اجازت دی ہے۔ صنعت کو فروغ دینے کے لئے شرح سود کو بتدریج کم کیا جائے گا۔ ایک وقت تھا جب پاکستان میں صنعتی اور تجارتی قرضوں پر سود 22 فیصد تک پہنچ گیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بہت سے قرضے ڈوب گئے اور ملک میں صنعتی جمود طاری ہو گیا۔

بیرونی سرمایہ کاری کو پرکشش بنانے کے لئے کئی اہم اقدامات کئے جائیں گے کیونکہ شکایت کی گئی کہ پاکستان میں بیرونی سرمایہ کاری کے راستے میں بہت سی رکاوٹیں ہیں۔ مثلاً لائسنسنگ کا نظام بہت وقت طلب ہے۔ بہت سا وقت سرکاری افسران سے ملاقات ہی میں کٹ جاتا ہے۔ ٹیکس اور ریگولیٹری قوانین بھی بیرونی سرمایہ کاری میں حائل ہیں۔ بعض مرتبہ ریگولیشنز بتائے بغیر تبدیل کر دیئے جاتے ہیں' لہٰذا حکومت نے کمیٹی فار ریفارمز ان ریگولیٹری اینڈ پالیسی انوسٹمنٹ کے نام سے ایک کمیٹی بنائی تھی اس بجٹ میں اس کمیٹی کی تجاویز پر عملدرآمد کیا گیا ہے۔

آئی ایم ایف کا پُرزور مطالبہ تھا کہ بنکوں میں بے نام اکاؤنٹس کا سلسلہ ختم کرنے کے لئے قانون سازی کی جائے۔ ان اکاؤنٹس کی وجہ سے انکم ٹیکس بہت کم اکٹھا ہوتا ہے لیکن اس سلسلے میں حکومت کی کچھ مشکلات ہیں' لہٰذا اس سلسلے میں کوئی قانون سازی نہیں ہو سکی۔ ٹیکس کے نظام میں اس خرابی کی بھی نشاندہی کی گئی ہے کہ پاکستان میں وفاقی حکومت ٹیکس جمع کرتی ہے پھر وہ صوبوں کو تقسیم کرتی ہے لہٰذا صوبائی حکومتیں ٹیکس دہندگان کو کوئی لفٹ نہیں کرواتی۔ پاکستان میں زنک' تانبا' کوئلہ' آئرن اور ماربل کے وسیع ذخائر موجود ہیں لیکن اول تو یہ ذخائر نکالنے کے لئے مناسب فنڈز اور وسائل مہیا نہیں پھر یہ کہ موجود وسائل اور فنڈز کا استعمال بھی صحیح طور پر نہیں ہوتا۔ علاوہ ازیں ان ذخائر کو نکالنے کے لئے مطلوبہ ٹیکنالوجی بھی دستیاب نہیں۔ معدنی وسائل کا بڑا حصہ بلوچستان میں پایا جاتا ہے لیکن یہ صوبہ ہمیشہ سیاسی بے چینی کا شکار رہا ہے جس سے سلامتی اور پرامن ماحول کی ضمانت دینا بہت مشکل ہے۔ بجٹ میں عالمی مالیاتی اداروں کے حوالے سے بتایا گیا کہ خراب عالمی سیاسی اور معاشی صورتِ حال کے باوجود پاکستان معاشی بحران سے نکلنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ افغانستان پر حملے سے پاکستان پر برے معاشی اثرات مرتب ہوئے اور ایک اندازے کے مطابق پاکستان کو دو ارب ڈالر سے زائد کا تجارتی نقصان ہوا کیونکہ اس سے وقتی طور پر برآمدات متاثر ہوئیں اور جاری اخراجات کا خسارہ بڑھ گیا اس کے باوجود ملک معاشی ترقی کی راہ پر گامزن ہو گیا۔ سرکاری ملازمین کی تنخواہوں میں پندرہ فیصد کا اضافہ کیا گیا۔ یہ اضافہ پنشنرز کے لئے بھی کیا گیا۔ بڑی گاڑیوں کی ڈیوٹی میں پچاس فیصد کمی کی گئی۔ چائے پر ڈیوٹی میں کمی اور خوردنی تیل پر اضافہ کیا گیا۔ یہ تھا 4-2003ء کے بجٹ کا خلاصہ جو اگرچہ پیش تو کیا نو منتخب جمالی حکومت نے لیکن حقیقت میں مشرف حکومت کی کارکردگی سامنے آئی اور یہ بھی واضح ہوا کہ معاشی لحاظ سے مشرف حکومت کی پالیسیاں من وعن جاری رہیں گی۔ یہ ایک اٹل حقیقت ہے اور اس کا اعتراف لازماً کرنا چاہئے کہ ہر فوجی دور میں خصوصاً پہلے چند سال مالیاتی ڈسپلن بڑے زور و شور سے قائم رکھا جاتا ہے۔ بڑی منصوبہ بندی اور تیز رفتاری سے بڑے بڑے منصوبوں پر کام کیا جاتا ہے اور اس کے نتائج سامنے آتے ہیں۔ افغانستان کے حالات اور سرحدوں پر بھارتی افواج کے اجتماع کی وجہ سے مشرف حکومت کو بہت سے چیلنج درپیش تھے لیکن کوئی غیر جانبدار شخص حکومت کے اس دعویٰ کو رد نہیں کر سکتا کہ تین سالوں میں ایک ایسے ملک کو جو ٹیکنیکلی دیوالیہ ہو چکا تھا اور جسے عالمی مالیاتی ادارے بعض سیاسی وجوہات پر دیوالیہ ڈیکلیئر نہیں کر رہے تھے معاشی لحاظ سے نہ صرف دیوالیہ ہونے کو بہت پیچھے چھوڑ چکا ہے بلکہ کسی قدر معاشی ترقی کے ٹریک پر واپس آ گیا ہے۔ لیکن اور یہ بہت بڑا لیکن ہے کہ اگر کوئی ملک سیاسی عدم استحکام کا شکار ہو اور اس پر غیر نمائندہ اور مصنوعی اکثریت کی حامل حکومت مسلط کر دی جائے تو معاشی پالیسیاں کتنی ہی شاندار کیوں نہ ہوں اور اگرچہ ظاہری لحاظ سے ملک مضبوط اور مستحکم معیشت کا حامل نظر آنے لگے سیاسی اعتبار سے غلط اور کج بنیادوں پر کھڑی عمارت جب اپنے منطقی انجام تک پہنچتی ہے یعنی زمین بوس ہو جاتی ہے تو ساری معاشی ترقی ملبے کے نیچے دب کر تباہ و برباد ہو جاتی ہے' لہٰذا سب کچھ نئے سرے سے کرنا پڑتا ہے۔ ایوب خان کی فوجی حکومت نے صنعت و حرفت کو جس قدر ترقی دی اس کی کوئی نظیر پیش نہیں کی جا سکتی۔ خصوصاً مشرقی پاکستان کی ترقی کے لئے کیا کچھ نہ کیا گیا لیکن بنیادی

جمہوریت کے مصنوعی نظام سے عوام کبھی مطمئن نہ تھے۔ اس بالواسطہ جمہوریت کے خلاف طوفان اٹھا اور اس کا آغاز مشرقی پاکستان سے ہوا۔ اس وقت تک کی تمام معاشی ترقی اس طوفان کی نظر ہوگئی۔ یہاں تک کہ ملک اپنی سالمیت۔ قائم نہ رکھ سکا اور دو ٹکڑے ہوگیا۔ ضیاء الحق کو پاکستان پر طویل ترین حکمرانی کرنے کا شرف حاصل ہوا لیکن ان کے غیر جماعتی انتخابات حقیقی جمہوریت نہ لا سکے لہٰذا عوام نے اپنی بے چینی کا اظہار 10 اپریل 1985ء کو بے نظیر کا فقید المثال استقبال کر کے ظاہر کر دیا۔ مشرف حکومت یقیناً بہترین معاشی پالیسیاں لائی ہیں۔ جن سے ملک معاشی لحاظ سے مستحکم ہوا ہے لیکن مشرف نے بدترین سیاسی پالیسیاں وضع کی ہیں اور سیاسی سطح پر انتہائی بددیانتی کا مظاہرہ کیا ہے جس کے نتیجہ میں عوام پر ایک ایسی حکومت تھوپ دی گئی ہے جو انتہائی غیر مقبول ہے۔ نیب کو سیاسی مقاصد کے لئے استعمال کیا گیا۔ سیاسی طور پر کرپٹ لوگوں کو نیب کی زد سے بچنے کا یہ طریقہ ہاتھ لگا کہ وہ مسلم لیگ (ق) میں جمع ہو جائیں۔ مختلف حیلوں اور بہانوں سے مشرف دشمن سیاست دانوں کو اسمبلی میں داخل ہونے سے روکنے کی کوشش کی گئی اور ایک بار پھر مصنوعی اکثریت کی حامل جماعت کو عوام پر مسلط کر دیا گیا۔ نتیجہ پھر وہی نکلے گا کہ سیاسی اعتبار سے کج بنیادوں پر تعمیر ہونے والی عمارت کسی جھٹکے سے زمین بوس ہو جائے گی اور یہ نظر آنے والی معاشی ترقی پھر ملبے کے نیچے دب جائے گی۔ کاش ہماری فوجی قیادت اس بات کو سمجھ لے کہ ملک کو حقیقی استحکام صرف نمائندہ حکومت دے سکتی ہے۔ کتنے دکھ کی بات ہے کہ شادی کی تقریب میں چند گز دور بیٹھے اپوزیشن کے رہنماؤں سے صدر مشرف علیک سلیک کرنے کے روادار بھی نہ ہوں اور غیروں سے مذاکرات کی بھیک مانگتے رہیں۔ وہ شاید نہیں جانتے کہ اپنوں سے افہام و تفہیم غیروں سے مذاکرات کیلئے کس قدر مفید ہوتی ہے۔ اگرچہ ہمارے سیاست دانوں نے ماضی میں اچھی کارکردگی کا مظاہرہ نہیں کیا لیکن بری بھلی، لنگڑی لولی جمہوریت کو چلتے رہنے دیا جائے تو ملک کو معاشی استحکام دینا خود ان کے اپنے مفاد میں ہوگا ورنہ وہ سیاسی منظر پر خود کو قائم نہیں رکھ سکیں گے۔

وزیر خزانہ کا یہ تسلیم کرنا کہ انہوں نے بڑی گاڑیوں کی ڈیوٹی میں کمی یورپی یونین کے مطالبے پر کی ہے' انتہائی افسوسناک ہے۔ ضرورت اس امر کی تھی کہ چھوٹی گاڑیوں کی ڈیوٹی کم کر کے متوسط طبقے کو اس قابل کیا جاتا کہ وہ ان سے استفادہ کر سکے۔ خوردنی تیل کی قیمت میں اضافہ بھی قابل ستائش نہیں ہے اس سے غریب آدمی کی مشکلات میں اضافہ ہوگا۔ پیٹرولیم کی قیمت میں کمی لازم تھی کیونکہ دنیا بھر میں اس کی قیمتوں میں کمی واقع ہو رہی ہے۔ سرکاری ملازمین کے لئے مکان بنانے کی سہولت قابل ستائش ہے لیکن پراپرٹی مافیا سے نجات حاصل کرنے کی کوئی شعوری اور حقیقی کوشش کی جائے تاکہ زمین کی قیمتوں میں اندھا دھند اضافہ رک سکے۔ بیرون ملک پاکستانیوں کے لئے صنعت وحرفت میں سرمایہ کاری کے لئے انتہائی پرکشش پیکج دیا جانا چاہئے ورنہ یہ سرمایہ زمین کی خرید و فروخت میں ضائع ہوتا رہے گا اور کوئی پیداواری یونٹ قائم نہیں ہوسکیں گے جو ملک میں بیروزگاری کو ختم کرنے میں مدد دے سکیں۔ آخر میں پھر یہ پرزور گزارش ہے کہ سیاسی نظام میں جو گھپلے کئے گئے ہیں ان کو ختم کیا جائے یا ان کی تلافی کی جائے کیونکہ سیاسی اور معاشی استحکام کا چولی دامن کا ساتھ ہوتا ہے۔ سیاسی عدم استحکام اور سیاسی بے چینی کی صورت میں معاشی استحکام بے معنی ہے یہ کبھی قائم نہیں رہے گا۔

افہام و تفہیم

س: ایک شخص کے ذمے کافی قرض ہے جس کو واپس کرنے کے لئے وہ پوری عمر کوشش میں رہتا ہے لیکن وہ کامیاب نہیں ہوتا اور نہ ہی قرض دینے والا معاف کرتا ہے اور نہ ہی کوئی مرنے پر اس کا ذمہ اٹھاتا ہے۔ کیا ایسی صورت میں ایسے شخص کا جنازہ پڑھا جائے گا؟ جبکہ حضور ﷺ بھی مقروض کی نماز جنازہ نہیں پڑھاتے تھے۔

ج: اگرچہ حضور ﷺ انکار کر دیا کرتے تھے لیکن وہ انکار کرنا اس اعتبار سے ہوتا تھا تاکہ اس کے رشتہ داروں کو یہ آمادگی ہو جائے کہ اس کا قرض ادا کریں۔ لیکن آپؐ یہ نہیں کہتے تھے کہ اس کا جنازہ نہ پڑھایا جائے بلکہ فرماتے تھے ((صلو علیٰ اخیکم)) تم اپنے بھائی کی نماز جنازہ خود پڑھ لو میں نہیں پڑھاؤں گا یعنی آپؐ نے نماز جنازہ سے نہیں روکا ہے۔ وہ تو مسلمان ہے' مقروض ہے' نہیں دے سکا۔ ہوسکتا ہے آخرت میں اس کی کچھ نیکیاں اللہ تعالیٰ اس قرض خواہ کے کھاتے میں ڈال دے گا لیکن نماز جنازہ ضرور پڑھی جائے گی۔

س: کمیونسٹ دوسرے نظریات کے لوگوں مثلاً سرمایہ داروں سے نفرت کرتا ہے۔ آج کے مسلمان بھی اپنے علاوہ تمام غیر مسلموں سے نفرت کرتا ہے۔ یہ کس وجہ سے ہے؟

ج: تمام غیر مسلموں سے نفرت کی اجازت نہیں ہے۔ تو اجازت ہے اگر صرف محارب لوگوں سے' جو اسلام کے خلاف جنگ کرتے ہوں' اسلام کے خلاف جدوجہد کرتے ہوں' اسلام کے خلاف وہ اپنی مساعی صرف کر رہے ہوں' ان سے آپ کی عداوت ہوگی' سب سے نہیں۔ بحیثیت انسان باقی ہر ایک کے ساتھ خیر خواہی ہوگی۔

س: کیا حضور ﷺ نے پہلی وحی کے موقع پر حضرت جبرئیلؑ کو نہیں دیکھا؟

ج: حضرت جبرئیلؑ کو دیکھا تھا لیکن اس وقت جو کیفیت تھی اس کے بارے میں حدیث میں آتا ہے کہ حضور ﷺ اس وقت پوری طرح بیدار نہیں تھے۔ وہ ایک نیند اور بیداری کے درمیان کی کیفیت تھی۔ بہرحال آپؐ نے حضرت جبرئیلؑ کو دیکھا ملکی شکل میں ہی ہے لیکن وہ حالت بیداری کا دیکھنا نہیں تھا۔

اس کے علاوہ دو مواقع پر آپؐ نے حضرت جبرئیلؑ کو ان کی اصل حالت میں دیکھا ہے۔ ایک افق اعلیٰ پر دیکھنا غار حرا سے نیچے اترتے ہوئے اور ایک سفر معراج میں دیکھنا۔ یہ ہے بالکل عالم بیداری میں اپنی آنکھوں سے حضرت جبرئیلؑ کو ان کی اصلی حالت میں دیکھنا۔

س: تقدیر مبرم اور تقدیر معلق میں کیا فرق ہے؟ نیز کون کون سی چیزیں تقدیر مبرم میں ہیں اور کون سی معلق ہیں؟

ج: تقدیر مبرم یہ ہے کہ جو شے اللہ کی طرف سے پختگی کے ساتھ طے ہو چکی ہو اس میں کوئی دعا فرق نہیں لا سکتی۔ آپ لاکھ دعائیں کریں' فیصلہ ہو چکا ہے یہ تقدیر مبرم ہے۔ لیکن تقدیر معلق وہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی ارادہ ہے' مشیت ہے لیکن دعا کے نتیجے میں اس کے اندر کوئی تبدیلی آ سکتی ہے۔ باقی ہم یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہہ سکتے کہ کون سی تقدیر مبرم ہے' کون سی تقدیر معلق ہے لیکن ہمیں تو ہر حال میں خیر کی دعا کرنی چاہئے۔ اگر تو تقدیر مبرم ہے تو وہ نہیں ٹلے گی البتہ وہ دعا ہمارے لئے توشۂ آخرت بن جائے گی۔ لیکن یہ کہ اگر وہ تقدیر معلق ہے تو شاید کہ اللہ تعالیٰ اسے بدل دے۔

مکتوب شکاگو

امریکانائزڈ

تحریر : رعنا ہاشم خان

انیسویں صدی کے آغاز تک امریکا نائزیشن کا مطلب دوسرے ممالک سے امیگریٹنٹس کی امریکہ میں قبولیت اور انکو امریکی شہریت دے دینے تک محدود تھا۔ اس وقت کے امریکا کو ان امیگریٹنٹس کی اس بات سے کوئی سروکار نہیں ہوا کرتا تھا کہ وہ اپنی اقدار و روایات کو فخر کے ساتھ سر پہ سجائے پھرتے ہیں یا انہیں بھی اپنے ساتھ امریکا نائزڈ کر ڈالتے ہیں۔ لیکن آج گلوبالائزیشن کی جب بات ہو تو واضح طور پر دیکھا جا سکتا ہے کہ یہ امریکا نائزیشن یعنی امریکن کلچر کی پوری دنیا پر اجارہ داری کا مہذبانہ نام ہے۔ جس کی سب سے بڑی اور بالکل صاف نظر آنے والی شکل پورے کرۂ ارض پر تیزی سے مقبولیت حاصل کرنے والے امریکن برگر' ڈرنکس اور بلو جینز ہے۔ مشہور صحافی اور گلوبلائزیشن کی فیلڈ کا اسپیشلسٹ تھامس فرائڈ مین اپنے دہشت گردی اور امریکہ سے لوگ نفرت کیوں کرتے ہیں کے ضمن میں لکھے گئے کالم میں رقمطراز ہے کہ:

"گلوبالائزیشن ہر زاویے سے امریکا نائزیشن ہی ہے۔ گلوبالائزیشن مکی ماؤز کے کانوں کی شکل کا ہیٹ پہنتی ہے' یہ پیپسی اور کوک پیتی ہے' میکڈونلڈ کے برگر کھاتی ہے' IBM کے Laptop گلے میں لٹکائے پھرتی ہے' بے شک ابھی دنیا میں کئی سوسائٹیز اور علاقے اسکی تمام "سہولتوں" سے مستفید نہیں ہو سکے ہیں مگر اس کو ایک ضروری عنصر ضرور سمجھنے لگے ہیں"۔ دنیا بھر میں لوگ اس وقت پہلے کے مقابلے میں کہیں زیادہ آپس میں ٹیکنالوجی کی بدولت منسلک ہیں۔ معلومات اور پیسے کی ترسیل نہایت سہل ہو چکی ہے۔ دنیا میں کہیں بھی بیٹھ کر بزنس آرڈرز اور ڈیلز کی جا رہی ہیں۔ انٹرنیشنل ٹریول کی بہتات ہے۔ انٹرنیشنل کمیونیکیشن عام سی بات ہے۔ یہ سب گلوبالائزیشن ہے۔ اور اس میں کوئی حرج بھی نہیں ہے کہ کمیونیکیشن اور ٹیکنالوجی کسی سوشل یا مورل انقلاب کی موجب نہیں بلکہ زندگی کی مثبت سمت میں ترقی و نشونما کے لیئے لازمی ہے۔ مثال کے طور پر ٹیلی ویژن ہی کو لے لیجیئے کہ جس طرح وہ امریکہ میں امریکن کلچر کا پروپیگنڈہ کرتا ہے' اسی طرح دوسری سوسائٹیز اس کو اپنے اپنے کلچر کے ہتھکنڈے کے طور پر اپنے یہاں استعمال کریں۔ بلا شک وشبہ یہ امریکی ایجاد ہے لیکن اسکا پوزیٹو استعمال ہمارا اپنا درد سر ہے۔ جبکہ اسپر امریکی چینل دیکھنا امریکا نائزیشن کی کمر تھپکانا ہے۔ امریکی مصنوعات امریکی مارکیٹ کے لئے بنی ہیں ہمارے لئے نہیں لیکن امریکا نائزیشن کے بلائنڈ فولڈ میں ہم ان مصنوعات کی چاہت میں روزانہ کچھ نہ کچھ امریکا نائزڈ ہو جاتے ہیں اور یوں امریکہ مزید خوش اور خوشحال ہو جاتا ہے۔ امریکہ صرف بموں اور میزائلوں سے دنیا فتح کرتا نہیں پھر رہا بلکہ بلکہ اپنے کھانوں اور گانوں کے ذریعے socialogic اور biologic یہ دو رزم میں بھی مشغول ہے۔ امریکہ میں سوشیالوجی کے ایک پروفیسر اسٹیو فلر نے میکڈونلڈ کی دنیا بھر میں مقبولیت اور مانگ کو Macdonaldisation اور کلچرل دہشت گردی کا نام دیا ہے۔ کئی امریکی دانشور امریکا نائزیشن کو دنیا بھر کے لیئے کلچرل ایڈز سے تعبیر کرتے ہیں کہ جس طرح ایچ آئی وی کا وائرس جان لیکر چھوڑتا ہے اسی طرح امریکن کلچر بھی دنیا کے ہر کلچر کو نگل کر چھوڑے گا۔ یہی وجہ ہے کہ امریکہ کے خلاف منافرت روز افزوں بڑھتی جا رہی ہے کہ لوگ دیکھ رہے ہیں کہ نہ صرف امریکی کلچر کے زیرِ تسلط ان کی زندگیوں کے شب و روز بدلتے جا رہے ہیں بلکہ امریکہ نے انکے کلچر اور زبان کے لیئے باقاعدہ genocide پلان کر رکھا ہے۔ اسی طرح ہالی وڈ بھی پینٹا گان کا دست راست ہے۔ یعنی جس کے خلاف نفرت کو ہوا دینی ہو پینٹا گان کے اشارے پر موویز بنا کر دنیا بھر کی برین واشنگ شروع کر دی جاتی ہے۔ طالبان کے سلسلے میں بھی یہی ہوا۔ دل کھول کر دستاویزی فلمیں بنائی اور دکھائی گئیں۔ امریکا نائزیشن کے پرچارک نے پوری دنیا کو "طالبانائزیشن" کے خطرات و نقصانات سے خوب خوب آگاہ کیا۔ لوگ برگر کھاتے رہے' کوک پیتے رہے اور بلو جینز خریدتے رہے اور افغانستان پر ڈیزی کٹر گرتے رہے۔ برگر' کوک اور جینز کی زنجیروں میں جکڑے' ٹُدا نا اور جینز بانڈ کی ہتھکڑیوں میں بندھے لوگ امریکا نائزیشن کے جال میں مکڑی کی طرح فٹ ہوتے رہے۔ انہی میں سے ایک ہمارے اتاترک آف اسلامی جمہوریہ پاکستان محترمی و مکرمی جنرل پرویز مشرف صاحب بھی ہیں۔ جنہوں نے حال ہی میں لاہور بار ایسوسی ایشن کی ایک تقریب میں No room for "Talibanisation" کا حکم صادر فرمایا ہے۔ صوبۂ سرحد میں شریعت کے نفاذ پر یہ دراصل ان کے دل میں بیٹھا امریکا نائزیشن سے مرعوب چور تھا جو ٹکسالی انگریزی کی صورت میں نکل کر باہر آ گیا۔ امریکہ میں مسلم کمیونٹی کی جانب سے عاشورۂ محرم منایا جاتا ہے' عید میلاد النبی ﷺ کی تقریبات منعقد ہوتی ہیں' اب تو خیر سے مزارات کے ماڈلز بنا کر پچھلے چند سالوں سے عرس بھی ہونے لگے ہیں' کئی کئی دن قوالیوں کے پروگرام ہوتے ہیں' جلسے جلوس ہوتے ہیں اور ان تمام موقعوں پر شہری انتظامیہ کی جانب سے نظم و ضبط برقرار رکھنے کے لئے بالکل اسی طرح الرٹ نظر آتی ہے جیسے امریکن تقریبات کے لئے۔ میڈیا ان تمام تقریبات کی کوریج کرتا ہے۔ نہ کہیں یہ سب کرنے پر مسلمانوں کا مضحکہ اڑایا جاتا ہے اور نہ ہی کوئی پھبتی کسی جاتی ہے' مسجدیں یہاں نماز جمعہ' تراویح و عیدین کے موقعوں پر بھری پری ہوتی ہیں' ہر سال مسلمان حج و عمرے اور مقاماتِ مقدسہ کی زیارت کو جاتے ہیں اور ویزے کے حصول میں انہیں چنداں پریشانی لاحق نہیں ہوتی لیکن اگر کوئی مسلمان خاتون یہ کہہ دے کہ وہ ڈرائیونگ لائسنس پر بوجوہ شرعی پردہ اپنی تصویر نہیں چسپاں کرنا چاہتی تو عدالت کے کٹہرے میں لا کھڑی کی جاتی ہے یا کسی مسجد کا خطیب اسلامی نظامِ شریعت کی بات کر دے تو پولیس جوتوں سمیت مسجد میں گھس کر اسے اٹھا لے جاتی ہے کیونکہ یہ ریڈیکل اسلام ہے' یہ طالبانائزیشن ہے' بنیاد پرستی ہے' القاعدہ ہے' اسامہ بن لادن ہے لہذا یہ کسی طور قابلِ قبول نہیں ہے۔ کوئی ضرورت نہیں ہے خواتین کو پردہ کرانے کی' کو ایجوکیشن پر قدغن لگانے کی' دینی مدارس و دینی تعلیم کی بات کرنے کی کہ یہ طالبان برانڈ اسلام ہے۔ ہاں البتہ روزے رکھو' نمازیں پڑھو' مقاماتِ مقدسہ کی سیر کو جاؤ امریکا نائزیشن کے اس دور میں صرف اسی کی گنجائش ہے اور چاہو تو اسے امریکہ برانڈ اسلام کہہ لو کہ بقول امام خمینی مغرب تمہاری نمازیں نہیں چھیننا چاہتا' وہ تو تمہاری پہچان چھیننا چاہتا ہے۔ یعنی وہ تمہاری شناخت کو ختم کر کے تمہیں امریکا نائزڈ کر دینا چاہتا ہے۔ ○

یہ بات کبھی نہ بھولیں کہ انسانی زندگی میں فرائض بھی اتنے ہی اہم ہیں جتنے حقوق۔ آپ اپنی خامیوں اور خوبیوں پر نظر رکھیں' جو کام آپ آج کر سکتے ہیں اسے کل پر نہ چھوڑیں۔ قناعت پسندی ایک اعلیٰ صفت ہے' اس کو اپنائیں۔

(روشن کلمات از قاضی معین الدین' مرسلہ شہلہ تسیم' کینیڈا)

اور یہی دہالیت ہے۔ قرآن بتاتا ہے کہ تمہاری منزل اور اصل کامیابی کیا ہے۔

"جو جہنم کے عذاب سے بچالیا گیا اور اسے جنت میں داخل کیا گیا پس وہ ہے اصل میں کامیاب"۔

اس کامیابی کا حصول قرآن وسنت کے اتباع سے ہی ہوسکتا ہے۔

آگے فرمایا:

"اور انسان اللہ سے شر کی دعائیں مانگتا ہے۔ جیسے کہ اسے دعا کرنی چاہئے خیر کی اور آدمی ہے ہی بڑا جلدباز"۔ (آیت: 11)

اس سے کیا مراد ہے؟ ایک تو شانِ نزول کے اعتبار سے واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ مشرکین دعائیں کرتے تھے کہ اے اللہ یہ محمدؐ جو کہتے ہیں اگر واقعی حق ہے تو ہم پر عذاب آجائے۔ یہ تو سیدھا سا شر تھا جس کی وہ دعا کرتے تھے۔

تاہم اصولی بات یہ ہے کہ انسان کو اپنے بھلے برے کا پتہ نہیں ہے۔ وہ اکثر اوقات دنیا کے لئے دعا کرتا ہے۔ اسے نہیں معلوم کہ جتنا زیادہ سامانِ دنیا اس کے پاس ہوگا وہ اتنا زیادہ سخت امتحان سے دوچار ہوگا۔ اور شیطان کے لئے اسے تر نوالہ بنانا اتنا ہی زیادہ آسان ہو جائے گا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تھا کہ اے مسلمانو! مجھے تمہارے بارے میں فقر کا اندیشہ نہیں ہے بلکہ اس بات کا ڈر ہے کہ تمہارے قدموں میں دولت کے ڈھیر جمع ہو جائیں گے جس کی وجہ سے تم غلط راستے پر چل نکلو گے۔

قرآن مجید نے اس کا نقشہ یوں کھینچا ہے کہ کچھ لوگ ہیں جو بیت اللہ پہنچ کر بھی صرف دنیا کی کامیابی اور مال و دولت کے حصول کی دعا کرتے ہیں کہ

"پروردگار ہمیں دنیا میں (سب کچھ) عطا فرما' ایسے شخص کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں"۔

سورۃ البقرہ ہی میں اس مضمون کو یوں واضح فرمایا گیا ہے کہ:

"ہوسکتا ہے کہ تم کسی چیز کو پسند کرو حالانکہ اس میں تمہارے لئے شر ہو اور ہوسکتا ہے تم کسی چیز کو ناپسند کرو حالانکہ تم ناگوار محسوس کر رہے ہو وہ تمہارے لئے باعث خیر ورحمت ہو۔ اللہ جانتا ہے تم نہیں جانتے"۔

خیر وشر کے لئے بھی اصل پیمانہ ومعیار اللہ کی کتاب اور اسوہ رسولؐ ہے۔ اسی لئے افضل دعائیں وہ ہیں جو قرآن واحادیث میں مذکور ہیں۔

آگے فرمایا:

"اور ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنادیا۔ رات کی نشانی کو ہم نے دھندلا کر دیا۔ اور دن کی نشانی کو ہم نے دیکھنے کے لئے روشن کر دیا تاکہ تم سالوں کی تعداد اور حساب معلوم کرسکو اور ہم نے ہر چیز کو خوب اچھے طریقے سے واضح کر دیا"۔ (آیت: 12)

اگر تم واقعتاً ہدایت کے طالب ہو تو زمین اور آسمان میں جابجا اللہ کی قدرت کی نشانیاں پھیلی ہوئی ہیں۔ انسان Laws of Nature کو دریافت کر کے کہتا ہے کہ میں نے بڑی کامیابی حاصل کی حالانکہ نہ اس نے اس کائنات کو نہ ہی ان قوانین قدرت کو بنایا ہے۔ یہ سب تو اللہ کا بنایا ہوا عظیم الشان نظام ہے۔ خاص طور پر اس میں دن اور رات کی نشانی تو ہر وقت تمہارے سامنے ہے۔ رات کو تاریکی ہے اور دن میں روشنی ہے۔ اسے قرآن مجید میں اس مضمون کو مختلف پیرائے میں بیان کیا گیا ہے۔ سورۃ القصص میں ہے کہ "اللہ کی رحمت کی نشانی ہے کہ اس نے رات اور دن تمہارے لئے بنائے۔ رات سکون کے لئے ہے اور دن اس لئے کہ اس میں تم اللہ کا فضل تلاش کرو"۔

اس کے علاوہ دن ورات سے ہی وقت کو ناپا جاتا ہے۔ ایک سال 365 دن کا مجموعہ ہے۔ ایک ہفتہ 7 ایام پر مشتمل ہے اور دن اور رات سے ایک Unit مکمل ہوتا ہے اور دیگر کاروبارِ دنیا بھی اسی سے متعلق ہے۔

علامہ شبیر احمد عثمانی نے اس ضمن میں بڑا اہم نکتہ بیان فرمایا ہے:

یہ حیات دنیوی رات کی مانند ہے۔ اس کی اصل حقیقت ہمیں دکھائی نہیں دیتی۔ کچھ دھندلے نقوش ہیں کچھ فریب نظر ہے۔ ہم شر کو خیر سمجھ کر اس کے لئے دعا کر رہے ہوتے ہیں اور جو حقیقت میں ہمارا فائدہ ہوتا ہے ہم اسے نقصان سمجھ رہے ہوتے ہیں۔ قرآن کی مشعلِ ہدایت سے انسان روشنی حاصل کرتا ہے۔ جہالت کے پردے ہٹ جاتے ہیں اور وہ علم و ہدایت کی روشنی میں آجاتا ہے۔ آخرت میں تو ہر چیز روشن ہوگی اور سارے پردے ہٹا دیئے جائیں گے۔ اور ہر مشرک اور کافر بھی اصل حقیقت کا مشاہدہ بچشم سر کر سکے گا۔

ان شاء اللہ آئندہ جمعہ میں سورۃ بنی اسرائیل کا مطالعہ جاری رہے گا۔

پریس ریلیز

امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید کی متحدہ مجلس عمل کے رہنماؤں سے ملاقات

امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے متحدہ مجلس عمل کے رہنماؤں مولانا فضل الرحمٰن اور مولانا شاہ احمد نورانی سے (8 جون کو) الگ الگ ملاقات میں سرحد اسمبلی میں شریعت بل کی منظوری پر مبارک باد پیش کی۔ دونوں رہنماؤں نے اس مبارک باد پر امیر تنظیم کا شکریہ ادا کیا۔ امیر تنظیم نے کہا کہ یہ بات خوش آئند ہے کہ سرحد اسمبلی نے متفقہ طور پر اپنے دائرہ اختیار میں رہتے ہوئے شریعت پر عمل درآمد کے عزم کا اظہار کیا ہے۔ امیر تنظیم نے مزید کہا کہ اب ضرورت اس بات کی ہے کہ قومی اسمبلی سے ایسا ہی ایک بل پاس کروانے کی کوشش کی جائے جس طرح سرحد اسمبلی کے ان ممبران نے جن کا تعلق سیکولر جماعتوں سے ہے' شریعت بل کی حمایت کی ہے اسی طرح توقع کی جاسکتی ہے کہ قومی اسمبلی میں بھی پوری اپوزیشن اور حکمران جماعت کے بھی اکثر ارکان اس بل کی حمایت کریں گے...... ان شاء اللہ۔

متحدہ مجلس عمل کے رہنماؤں نے اس بات کو واضح کیا کہ ہم نے محدود مدت کے لئے باوردی صدر کو قبول کرنے کا عندیہ اس شرط پر دیا ہے کہ وہ آئین میں قرآن وسنت کی بالادستی کو درج کریں اور نفاذ شریعت کے دیگر تقاضوں پر عملدرآمد کا وعدہ کریں۔ یہ ملاقاتیں بڑے خوشگوار ماحول میں ہوئیں' امیر تنظیم اسلامی نے شریعت کی بالادستی کے لئے متحدہ مجلس عمل کی آئینی وقانونی جدوجہد میں تعاون کا یقین دلایا۔

☆☆☆

صدر مشرف اگر اسلام کو اپنی "ترقی پسندی" سے محفوظ رکھیں تو بہتر ہوگا ○ امیر تنظیم اسلامی

(12 جون) سرحد اسمبلی نے اگر متفقہ طور پر نفاذ شریعت کے عزم کا اظہار کیا ہے تو اس پر صدر پرویز مشرف یا کسی اور کو اعتراض کرنے کا کیا حق حاصل ہے۔ سرحد اسمبلی میں عوام کے منتخب کردہ نمائندے اگر متفقہ طور پر کسی بل کو منظور کرتے ہیں تو اسے گویا پورے صوبہ سرحد کے عوام کی حمایت حاصل ہوگی۔ کوئی بھی شخص جو جمہوری اقدار کا ماننے والا ہو اس کی مخالفت نہیں کر سکتا۔ یہ بات امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے صدر پرویز مشرف کے اُس بیان کی مذمت کرتے ہوئے کہی جو کوہاٹ میں صدر کی تقریر کے حوالے سے اخبارات میں شائع ہوا تھا۔

امیر تنظیم اسلامی نے مزید کہا کہ حقیقی اسلام کیا ہے اور کیا نہیں؟ اس کی وضاحت اور تشریح کے لئے ملک میں وفاقی شرعی عدالت جیسا آئینی ادارہ موجود ہے' اس سے رجوع کیا جاسکتا ہے۔ کسی فرد واحد کو ایسے لوگوں کو جو قرآن وسنت سے ناواقف اور عربی سے بے بہرہ ہوں' اس معاملے میں فیصلہ کرنے کا ہرگز حق حاصل نہیں۔

داڑھی کے بارے میں بھی پرویز مشرف کے نامناسب اندازِ بیان پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے امیر تنظیم نے کہا کہ دینی شعائر کی پابندی نہ کرسکنے پر کسی بھی مسلمان کو شرمندگی اور ندامت کا اظہار کرنا چاہئے نہ کہ ڈھٹائی اور ہٹ دھرمی کا۔ انہوں نے کہا کہ صدر پرویز مشرف اگر اسلام کو اپنی "ترقی پسندی" سے محفوظ ہی رکھیں تو یہ ملک وقوم کے حق میں بہتر ہوگا۔

تجزیہ

بجٹ اور سیاسی استحکام

تحریر : مرزا ایوب بیگ

❋ نئی منتخب سویلین حکومت نے 7 جون کو اپنا پہلا بجٹ پیش کیا۔ جمالی حکومت کو فوجی دور کا وزیر خزانہ اس لئے قبول کرنا پڑا تھا کیونکہ شراکتِ اقتدار کی شرائط میں سے ایک یہ بھی تھی کہ مشرف حکومت کی مالیاتی پالیسیوں کو جاری رکھا جائے گا۔ یہ پاکستان کی تاریخ کا سب سے بڑا بجٹ تھا۔ اس کا حجم 8 کھرب روپے سے زائد تھا جس میں 5 کھرب روپے ٹیکسوں کی مد میں 1.5 کھرب روپیہ ٹیکس کے علاوہ دوسرے وسائل سے اور 62 ارب روپیہ گیس اور پیٹرولیم سرچارج سے حاصل کئے جائیں گے۔ ایک بار پھر خسارے کا بجٹ پیش کیا گیا ہے اور یہ خسارہ پونے دو کھرب سے زائد ہے جو عالمی مالیاتی اداروں سے قرض لے کر پورا کیا جائے گا البتہ یہ ناقابل یقین بات بڑا زور دے کر کہی گئی ہے کہ پاکستان آئی ایم ایف سے آخری مرتبہ قرض لے رہا ہے۔ آئندہ قرضوں کی ضرورت پڑی تو وہ اپنی شرائط پر حاصل کئے جائیں گے۔ ملک کی معیشت کیونکہ ٹریک پر آ چکی ہے لہٰذا دنیا بھر کے پرائیویٹ مالیاتی ادارے کم سے کم شرح سود پر قرض دینے کو تیار ہیں۔ حکومت نے اس عزم کا اظہار کیا ہے کہ وہ صنعتی ترقی کی رفتار کو تیز کر کے 6 فیصد پر لائے گی۔ زرعی اور انجینئرنگ کی صنعت کو مراعات دے کر اس قابل کر دے گی کہ وہ عالمی معیشت میں فعال اور اہم کردار ادا کر سکے۔ نجکاری کے عمل میں ماضی کی حکومتوں کی کوتاہیوں کی وجہ سے سست روی رہی۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ پبلک سیکٹر کے نقصان کو کم از کم کیا جائے تاکہ یہ قابل فروخت ہو سکیں۔ اب تک کی صورتِ حال یہ ہے کہ پبلک سیکٹر بہت خستہ حال ہے لہٰذا سرمایہ کار نجکاری کے عمل میں دلچسپی نہیں لے رہے۔ دولت ٹیکس کو ختم کرنے کا وعدہ گزشتہ بجٹ میں کیا گیا تھا یہ وعدہ پورا کرنے کا یعنی دولت ٹیکس ختم کرنے کا اعلان کیا گیا ہے۔ ماضی میں حکومتیں بعض شعبہ جات پر خاص نظرِ کرم کرتی رہیں۔ مثلاً ضیاء دور میں ٹیکسٹائل انڈسٹری' بے نظیر دور میں پاور سیکٹر اور نواز شریف دور میں شوگر انڈسٹری کو بہت اہمیت دی گئی۔ اس بجٹ میں یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ حکومت ایک شعبہ کو نمایاں فنڈز یا وسائل دینے کی بجائے تمام اہم شعبوں پر مساوی توجہ دینے کی کوشش کرے گی۔ خاص طور پر انجینئرنگ انڈسٹری کی بہت سی مصنوعات پر ڈیوٹی میں کمی کی گئی ہے۔ زرعی مصنوعات کی پیکنگ اور برآمدات کو فروغ دینے کے اقدامات کئے گئے ہیں علاوہ ازیں زرعی قرضوں پر سود کی شرح میں مزید کمی کر دی گئی۔ اسی طرح ہاؤسنگ انڈسٹری کو فروغ دینے کے لئے سیمنٹ کی قیمت میں 25 فیصد کمی کی گئی ہے اور سرکاری ملازمین کو گھر بنانے کے لئے قرضہ کی حد 5 لاکھ کر دی گئی ہے۔ حکومت نے کمرشل اور نجی بنکوں کو بھی ہدایت کی ہے کہ وہ مکان بنانے کے لئے آسان شرائط پر قرضے دیں۔ اس بجٹ میں چھوٹے تاجروں کو ریلیف دینے کے لئے سیلز ٹیکس ختم کر کے 2% ٹرن اوور ٹیکس دینے کی اجازت دی ہے۔ صنعت کو فروغ دینے کے لئے شرح سود کو بتدریج کم کیا جائے گا۔ ایک وقت تھا جب پاکستان میں صنعتی اور تجارتی قرضوں پر سود 22 فیصد تک پہنچ گیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بہت سے قرضے ڈوب گئے اور ملک میں صنعتی جمود طاری ہو گیا۔

بیرونی سرمایہ کاری کو پرکشش بنانے کے لئے کئی اہم اقدامات کئے جائیں گے کیونکہ شکایت کی گئی کہ پاکستان میں بیرونی سرمایہ کاری کے راستے میں بہت سی رکاوٹیں ہیں۔ مثلاً لائسنسنگ کا نظام بہت وقت طلب ہے۔ بہت سا وقت سرکاری افسران سے ملاقات ہی میں کٹ جاتا ہے۔ ٹیکس اور ریگولیٹری قوانین بھی بیرونی سرمایہ کاری میں حائل ہیں۔ بعض مرتبہ ریگولیشنز بتائے بغیر تبدیل کر دیئے جاتے ہیں' لہٰذا حکومت نے کمیٹی فار ریفارمزان ریگولیریٹی اینڈ پالیسی انوسٹمنٹ کے نام سے ایک کمیٹی بنائی تھی اس بجٹ میں اس کمیٹی کی تجاویز پر عملدر آمد کیا گیا ہے۔

آئی ایم ایف کا پُرزور مطالبہ تھا کہ بنکوں میں بے نام اکاؤنٹس کا سلسلہ ختم کرنے کے لئے قانون سازی کی جائے۔ ان اکاؤنٹس کی وجہ سے انکم ٹیکس بہت کم اکٹھا ہوتا ہے لیکن اس سلسلے میں حکومت کی کچھ مشکلات ہیں' لہٰذا اس سلسلے میں کوئی قانون سازی نہیں ہو سکی۔ ٹیکس کے نظام میں اس خرابی کی بھی نشاندہی کی گئی ہے کہ پاکستان میں وفاقی حکومت ٹیکس جمع کرتی ہے پھر وہ صوبوں کو تقسیم کرتی ہے لہٰذا صوبائی حکومتیں ٹیکس دہندگان کو کوئی لفٹ نہیں کرواتی۔ پاکستان میں زنک' تانبا' کوئلہ' آئرن اور ماربل کے وسیع ذخائر موجود ہیں لیکن اول تو یہ ذخائر نکالنے کے لئے مناسب فنڈز اور وسائل مہیا نہیں پھر یہ کہ موجود وسائل اور فنڈز کا استعمال بھی صحیح طور پر نہیں ہوتا۔ علاوہ ازیں ان ذخائر کو نکالنے کے لئے مطلوبہ ٹیکنالوجی بھی دستیاب نہیں۔ معدنی وسائل کا بڑا حصہ بلوچستان میں پایا جاتا ہے لیکن یہ صوبہ ہمیشہ سیاسی بے چینی کا شکار رہا ہے جس سے سلامتی اور پرامن ماحول کی ضمانت دینا بہت مشکل ہے۔ بجٹ میں عالمی مالیاتی اداروں کے حوالے سے بتایا گیا کہ خراب عالمی سیاسی اور معاشی صورتِ حال کے باوجود پاکستان معاشی بحران سے نکلنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ افغانستان پر حملے سے پاکستان پر برے معاشی اثرات مرتب ہوئے اور ایک اندازے کے مطابق پاکستان کو دو ارب ڈالر سے زائد کا تجارتی نقصان ہوا کیونکہ اس سے وقتی طور پر برآمدات متاثر ہوئیں اور جاری اخراجات کا خسارہ بڑھ گیا اس کے باوجود ملک معاشی ترقی کی راہ پر گامزن ہو گیا۔ سرکاری ملازمین کی تنخواہوں میں پندرہ فیصد کا اضافہ کیا گیا۔ یہ اضافہ پنشنروں کے لئے بھی کیا گیا۔ بڑی گاڑیوں کی ڈیوٹی میں پچاس فیصد کمی کی گئی۔ چائے پر ڈیوٹی میں کمی اور خوردنی تیل پر اضافہ کیا گیا۔ یہ تھا 4-2003ء کے بجٹ کا خلاصہ جو اگرچہ پیش تو کیا نومنتخب جمالی حکومت نے لیکن حقیقت میں مشرف حکومت کی کارکردگی سامنے آئی اور یہ بھی واضح ہوا کہ معاشی لحاظ سے مشرف حکومت کی پالیسیاں من وعن جاری رہیں گی۔ یہ ایک اٹل حقیقت ہے اور اس کا اعتراف لازماً کرنا چاہئے کہ ہر فوجی دور میں خصوصاً پہلے چند سال ثباتی وپلین بڑے زور وشور سے قائم رکھا جاتا ہے۔ بڑی منصوبہ بندی اور تیز رفتاری سے بڑے بڑے منصوبوں پر کام کیا جاتا ہے اور اس کے نتائج سامنے آتے ہیں۔ افغانستان کے حالات اور سرحدوں پر بھارتی افواج کے اجتماع کی وجہ سے مشرف حکومت کو بہت سے چیلنج درپیش تھے لیکن کوئی غیر جانبدار شخص حکومت کے اس دعویٰ کو رد نہیں کر سکتا کہ تین سالوں میں ایک ایسے ملک کو جو ٹیکنیکلی دیوالیہ ہو چکا تھا اور جسے عالمی مالیاتی ادارے بعض سیاسی وجوہات پر دیوالیہ ڈیکلیئر نہیں کر رہے تھے معاشی لحاظ سے نہ صرف دیوالیہ ہونے کو بہت پیچھے چھوڑ چکا ہے بلکہ کسی قدر معاشی ترقی کے ٹریک پر واپس آ گیا ہے۔ لیکن اور یہ بہت بڑا لیکن ہے کہ اگر کوئی ملک سیاسی عدم استحکام کا شکار ہو اور اس پر غیر نمائندہ اور مصنوعی اکثریت کی حامل حکومت مسلط کر دی جائے تو معاشی پالیسیاں کتنی ہی شاندار کیوں نہ ہوں اور اگرچہ ظاہری لحاظ سے ملک مضبوط اور مستحکم معیشت کا حامل نظر آنے لگے سیاسی اعتبار سے غلط اور کج بنیادوں پر کھڑی عمارت جب اپنے منطقی انجام تک پہنچتی ہے یعنی زمین بوس ہو جاتی ہے تو ساری معاشی ترقی ملبے کے نیچے دب کر تباہ وبرباد ہو جاتی ہے' لہٰذا سب کچھ نئے سرے سے کرنا پڑتا ہے۔ ایوب خان کی فوجی حکومت نے صنعت وحرفت کو جس قدر ترقی دی اس کی کوئی نظیر پیش نہیں کی جا سکتی۔ خصوصاً مشرقی پاکستان کی ترقی کے لئے کیا کچھ نہ کیا گیا لیکن بنیادی

جمہوریت کے مصنوعی نظام سے عوام کبھی مطمئن نہ تھے۔ اس بالواسطہ جمہوریت کے خلاف طوفان اٹھا اور اس کا آغاز مشرقی پاکستان سے ہوا۔ اس وقت تک کی تمام معاشی ترقی اس طوفان کی نظر ہو گئی۔ یہاں تک کہ ملک اپنی سالمیت قائم نہ رکھ سکا اور دو ٹکڑے ہو گیا۔ ضیاء الحق کو پاکستان پر طویل ترین حکمرانی کرنے کا شرف حاصل ہوا لیکن ان کے غیر جماعتی انتخابات حقیقی جمہوریت نہ لا سکے لہٰذا عوام نے اپنی بے چینی کا اظہار 10 اپریل 1985ء کو بے نظیر کا فقید المثال استقبال کر کے ظاہر کر دیا۔ مشرف حکومت یقیناً بہترین معاشی پالیسیاں لائی ہیں۔ جن سے ملک معاشی لحاظ سے مستحکم ہوا ہے لیکن مشرف نے بدترین سیاسی پالیسیاں وضع کی ہیں اور سیاسی سطح پر انتہائی بددیانتی کا مظاہرہ کیا ہے جس کے نتیجہ میں عوام پر ایک ایسی حکومت تھوپ دی گئی ہے جو انتہائی غیر مقبول ہے۔ نیب کو سیاسی مقاصد کے لئے استعمال کیا گیا۔ سیاسی طور پر کرپٹ لوگوں کو نیب کی زد سے بچنے کا یہ طریقہ ہاتھ لگا کہ وہ مسلم لیگ (ق) میں جمع ہو جائیں۔ مختلف حیلوں اور بہانوں سے مشرف دشمن سیاست دانوں کو اسمبلی میں داخل ہونے سے روکنے کی کوشش کی گئی اور ایک بار پھر مصنوعی اکثریت کی حامل جماعت کو عوام پر مسلط کر دیا گیا۔ نتیجہ پھر وہی نکلے گا کہ سیاسی اعتبار سے کج بنیادوں پر تعمیر ہونے والی عمارت کسی جھٹکے سے زمین بوس ہو جائے گی اور یہ نظر آنے والی معاشی ترقی پھر ملبے کے نیچے دب جائے گی۔ کاش ہماری فوجی قیادت اس بات کو سمجھ لے کہ ملک کو حقیقی استحکام صرف نمائندہ حکومت دے سکتی ہے۔ کتنے دکھ کی بات ہے کہ شادی کی تقریب میں چند گز دور بیٹھے اپوزیشن کے رہنماؤں سے صدر مشرف علیک سلیک کرنے کے روادار بھی نہ ہوں اور غیروں سے مذاکرات کی بھیک مانگتے رہیں۔ وہ شاید نہیں جانتے کہ اپنوں سے افہام و تفہیم غیروں سے مذاکرات کیلئے کس قدر مفید ہوتی ہے۔ اگرچہ ہمارے سیاست دانوں نے ماضی میں اچھی کارکردگی کا مظاہرہ نہیں کیا لیکن بری بھلی، لنگڑی لولی جمہوریت کو چلتے رہنے دیا جائے تو ملک کو معاشی استحکام دینا خود ان کے اپنے مفاد میں ہوگا ورنہ وہ سیاسی منظر پر خود کو قائم نہیں رکھ سکیں گے۔

وزیر خزانہ کا یہ تسلیم کرنا کہ انہوں نے بڑی گاڑیوں کی ڈیوٹی میں کمی یورپی یونین کے مطالبے پر کی ہے' انتہائی افسوسناک ہے۔ ضرورت اس امر کی تھی کہ چھوٹی گاڑیوں کی ڈیوٹی کم کر کے متوسط طبقے کو اس قابل کیا جاتا کہ وہ ان سے استفادہ کر سکے۔ خوردنی تیل کی قیمت میں اضافہ بھی قابل ستائش نہیں ہے اس سے غریب آدمی کی مشکلات میں اضافہ ہوگا۔ پیٹرولیم کی قیمت میں کمی لازم تھی کیونکہ دنیا بھر میں اس کی قیمتوں میں کمی واقع ہو رہی ہے۔ سرکاری ملازمین کے لئے مکان بنانے کی سہولت قابل ستائش ہے لیکن پراپرٹی مافیا سے نجات حاصل کرنے کی کوئی شعوری اور حقیقی کوشش کی جائے تاکہ زمین کی قیمتوں میں اندھادھند اضافہ رک سکے۔ بیرون ملک پاکستانیوں کے لئے صنعت و حرفت میں سرمایہ کاری کے لئے انتہائی پرکشش پیکج دیا جانا چاہئے ورنہ یہ سرمایہ زمین کی خرید و فروخت میں ضائع ہوتا رہے گا اور کوئی پیداواری یونٹ قائم نہیں ہو سکیں گے جو ملک میں بیروزگاری کو ختم کرنے میں مدد دے سکیں۔ آخر میں پھر یہ پُرزور گزارش ہے کہ سیاسی نظام میں جو گھپلے کئے گئے ہیں ان کو ختم کیا جائے یا ان کی تلافی کی جائے کیونکہ سیاسی اور معاشی استحکام کا چولی دامن کا ساتھ ہوتا ہے۔ سیاسی عدم استحکام اور سیاسی بے چینی کی صورت میں معاشی استحکام بے معنی ہے یہ کبھی قائم نہیں رہے گا۔

افہام و تفہیم

س : ایک شخص کے ذمے کافی قرض ہے جس کو واپس کرنے کے لئے وہ پوری عمر کوشش میں رہتا ہے لیکن وہ کامیاب نہیں ہوتا اور نہ ہی قرض دینے والا معاف کرتا ہے اور نہ ہی کوئی مرنے پر اس کا ذمہ اٹھاتا ہے۔ کیا ایسی صورت میں ایسے شخص کا جنازہ پڑھا جائے گا؟ جبکہ حضور ﷺ بھی مقروض کی نماز جنازہ نہیں پڑھاتے تھے۔

ج: اگرچہ حضور ﷺ انکار کر دیا کرتے تھے' لیکن وہ انکار کرنا اس اعتبار سے ہوتا تھا تاکہ اس کے رشتہ داروں کو یہ آمادگی ہو جائے کہ اس کا قرض ادا کریں۔ لیکن آپؐ یہ نہیں کہتے تھے کہ اس کا جنازہ نہ پڑھایا جائے بلکہ فرماتے تھے ((صلو علیٰ اخیکم)) تم اپنے بھائی کی نماز جنازہ خود پڑھ لو' میں نہیں پڑھاؤں گا یعنی آپؐ نے نماز جنازہ سے نہیں روکا ہے۔ وہ تو مسلمان ہے' مقروض ہے' نہیں دے سکا۔ ہو سکتا ہے آخرت میں اس کی کچھ نیکیاں اللہ تعالیٰ اس قرض خواہ کے کھاتے میں ڈال دے گا لیکن نماز جنازہ ضرور پڑھی جائے گی۔

س : کمیونسٹ دوسرے نظریات کے لوگوں مثلاً سرمایہ داروں سے نفرت کرتا ہے۔ آج کے مسلمان بھی اپنے علاوہ تمام غیر مسلموں سے نفرت کرتا ہے۔ یہ کس وجہ سے ہے؟

ج : تمام غیر مسلموں سے نفرت کی اجازت نہیں ہے۔ تو اجازت ہے اگر صرف محارب لوگوں سے' جو اسلام کے خلاف جنگ کرتے ہوں' اسلام کے خلاف جدوجہد کرتے ہوں' اسلام کے خلاف وہ اپنی مساعی صرف کر رہے ہوں' ان سے آپ کی عداوت ہو گی' سب سے نہیں۔ بحیثیت انسان باقی ہر ایک کے ساتھ خیر خواہی ہو گی۔

س: کیا حضور ﷺ نے پہلی وحی کے موقع پر حضرت جبرئیلؑ کو نہیں دیکھا؟

ج: حضرت جبرئیلؑ کو دیکھا تھا لیکن اس وقت جو کیفیت تھی اس کے بارے میں حدیث میں آتا ہے کہ حضور ﷺ اس وقت پوری طرح بیدار نہیں تھے۔ وہ ایک نیند اور بیداری کے درمیان کی کیفیت تھی۔ بہرحال آپؐ نے حضرت جبرئیلؑ کو دیکھا ملکی شکل میں ہی ہے لیکن وہ حالت بیداری کا دیکھنا نہیں تھا۔

اس کے علاوہ دو مواقع پر آپؐ نے حضرت جبرئیلؑ کو ان کی اصل حالت میں دیکھا ہے۔ ایک افق اعلیٰ پر دیکھنا غار حرا سے نیچے اترتے ہوئے اور ایک سفر معراج میں دیکھنا۔ یہ ہے بالکل عالم بیداری میں اپنی آنکھوں سے حضرت جبرئیلؑ کو ان کی اصلی حالت میں دیکھنا۔

س : تقدیر مبرم اور تقدیر معلق میں کیا فرق ہے؟ نیز کون کون سی چیزیں تقدیر مبرم میں ہیں اور کون سی معلق ہیں؟

ج: تقدیر مبرم یہ ہے کہ جو شے اللہ کی طرف سے پختگی کے ساتھ طے ہو چکی ہو اس میں کوئی دعا فرق نہیں لا سکتی۔ آپ لاکھ دعائیں کریں' فیصلہ ہو چکا ہے یہ تقدیر مبرم ہے۔ لیکن تقدیر معلق وہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی ارادہ ہے' مشیت ہے لیکن دعا کے نتیجے میں اس کے اندر کوئی تبدیلی آ سکتی ہے۔ باقی ہم یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہہ سکتے کہ کون سی تقدیر مبرم ہے' کون سی تقدیر معلق ہے لیکن ہمیں تو ہر حال میں خیر کی دعا کرنی چاہئے۔ اگر تو تقدیر مبرم ہے تو وہ نہیں ٹلے گی البتہ وہ دعا ہمارے لئے توشۂ آخرت بن جائے گی۔ لیکن یہ کہ اگر وہ تقدیر معلق ہے تو شاید کہ اللہ تعالیٰ اسے بدل دے۔

امریکانائزڈ

تحریر : رعنا ہاشم خان

انیسویں صدی کے آغاز تک امریکا نائزیشن کا مطلب دوسرے ممالک سے امیگرینٹس کی امریکہ میں قبولیت اور انکو امریکی شہریت دے دینے تک محدود تھا۔ اس وقت کے امریکا کو ان امیگرینٹس کی اس بات سے کوئی سروکار نہیں ہوا کرتا تھا کہ وہ اپنی اقدار و روایات کو فخر کے ساتھ سر پہ سجائے پھرتے ہیں یا انہیں بھی اپنے ساتھ امریکانائزڈ کرڈالتے ہیں۔ لیکن آج گلوبالائزیشن کی جب بات ہو تو واضح طور پر دیکھا جاسکتا ہے کہ یہ امریکانائزیشن یعنی امریکن کلچر کی پوری دنیا پر اجارہ داری کا مہذبانہ نام ہے۔ جس کی سب سے بڑی اور بالکل صاف نظر آنے والی شکل پورے کرۂ ارض پر تیزی سے مقبولیت حاصل کرنے والے امریکن برگر' ڈرنکس اور بلو جینز ہے۔ مشہور صحافی اور گلوبلائزیشن کی فیلڈ کا اسپیشلسٹ تھامس فرائڈمین اپنے دہشت گردی اور امریکہ سے لوگ نفرت کیوں کرتے ہیں کے ضمن میں لکھے گئے کالم میں رقمطراز ہے کہ:
''گلوبالائزیشن ہر زاویے سے امریکانائزیشن ہی ہے۔ گلوبالائزیشن مکی ماؤز کے کانوں کی شکل کا ہیٹ پہنتی ہے' یہ پیپسی اور کوک پیتی ہے' میکڈونلڈ کے برگر کھاتی ہے' IBM کے Laptop گلے میں لٹکائے پھرتی ہے' بے شک ابھی دنیا میں کئی سوسائٹیز اور علاقے اسکی تمام ''سہولتوں'' سے مستفید نہیں ہو سکے ہیں مگر اس کو ایک ضروری عنصر ضرور سمجھنے لگے ہیں''۔ دنیا بھر میں لوگ اس وقت پہلے کے مقابلے میں کہیں زیادہ آپس میں ٹیکنالوجی کی بدولت منسلک ہیں۔ معلومات اور پیسے کی ترسیل نہایت سہل ہو چکی ہے۔ دنیا میں کہیں بھی بیٹھ کر بزنس آرڈرز اور ڈیلز کی جارہی ہیں۔ انٹرنیشنل ٹریول کی بہتات ہے۔ انٹرنیشنل کمیونیکشین عام سی بات ہے۔ یہ سب گلوبالائزیشن ہے۔ اور اس میں کوئی حرج بھی نہیں ہے کہ کمیونیکیشن اور ٹیکنالوجی کسی سوشل یا مورل انقلاب کی موجب نہیں بلکہ زندگی کی مثبت سمت میں ترقی و نشونما کے لیئے لازمی ہے۔ مثال کے طور پر ٹیلی ویژن ہی کو لے لیجئے کہ جس طرح وہ امریکہ میں امریکن کلچر کا پروپیگنڈہ کرتا ہے' اسی طرح دوسری سوسائٹیز اس کو اپنے اپنے کلچر کے ہتھکنڈے کے طور پر اپنے یہاں استعمال کریں۔ بلا شک وشبہ یہ امریکی ایجاد ہے لیکن اسکا پوزیٹو استعمال ہمارا اپنا دردِ سر ہے۔ جبکہ اسپر امریکی چینل دیکھنا امریکانائزیشن کی کمر تھپکانا ہے۔ امریکی مصنوعات امریکی مارکیٹ کے لئے بنی ہیں ہمارے لئے نہیں لیکن امریکانائزیشن کے بلائنڈ فولڈ میں ہم ان مصنوعات کی چاہت میں روزانہ کچھ نہ کچھ امریکانائزڈ ہو جاتے ہیں اور یوں امریکہ مزید خوش اور خوشحال ہو جاتا ہے۔ امریکہ صرف بموں اور میزائلوں سے دنیا فتح کرتا نہیں پھر رہا بلکہ بلکہ اپنے کھانوں اور گانوں کے ذریعے socialogic اور biologic یورزم میں بھی مشغول ہے۔ امریکہ میں سوشیالوجی کے ایک پروفیسر اسٹیوفلر نے میکڈونلڈ کی دنیا بھر میں مقبولیت اور مانگ کو Macdonaldisation اور کلچرل دہشت گردی کا نام دیا ہے۔ کئی امریکی دانشور امریکانائزیشن کو دنیا بھر کے لیئے کلچرل ایڈز سے تعبیر کرتے ہیں کہ جس طرح ایچ آئی وی کا وائرس جان لیکر چھوڑتا ہے اسی طرح امریکن کلچر بھی دنیا کے ہر کلچر کو نگل کر چھوڑے گا۔ یہی وجہ ہے کہ امریکہ کے خلاف منافرت روز افزوں بڑھتی جارہی ہے کہ لوگ دیکھ رہے ہیں کہ نہ صرف امریکی کلچر کے زیرِ تسلط ان کی زندگیوں کے شب و روز بدلتے جارہے ہیں بلکہ امریکہ نے انکے کلچر اور زبان کے لیئے باقاعدہ genocide پلان کر رکھا ہے۔ اسی طرح ہالی وڈ بھی پینٹا گان کا دستِ راست ہے۔ یعنی جس کے خلاف نفرت کو ہوا دینی ہو پینٹا گان کے اشارے پر موویز بنا کر دنیا بھر کی برین واشنگ شروع کر دی جاتی ہے۔ طالبان کے سلسلے میں بھی یہی ہوا۔ دل کھول کر دستاویزی فلمیں بنائی اور دکھائی گئیں۔ امریکانائزیشن کے پرچارک نے پوری دنیا کو ''طالبانائزیشن'' کے خطرات و نقصانات سے خوب خوب آگاہ کیا۔ لوگ برگر کھاتے رہے' کوک پیتے رہے اور بلوجینز خریدتے رہے اور افغانستان پر ڈیزی کٹر گرتے رہے۔ برگر' کوک اور جینز کی زنجیروں میں جکڑے' ڈانا اور جیمز بانڈ کی ہتھکڑیوں میں بندھے لوگ امریکانائزیشن کے جال میں مکڑی کی طرح فٹ ہوتے رہے۔ انہی میں سے ایک ہمارے اتاترک آف اسلامی جمہوریہ پاکستان محترمی و مکرمی جنرل پرویز مشرف صاحب بھی ہیں۔ جنہوں نے حال ہی میں لاہور بار ایسوسی ایشن کی ایک تقریب میں No room for "Talibanisation" کا حکم صادر فرمایا ہے۔ صوبۂ سرحد میں شریعت کے نفاذ پر یہ دراصل ان کے دل میں بیٹھا امریکانائزیشن سے مرعوب چور تھا جو محکمانہ انگریزی کی صورت میں نکل کر باہر آگیا۔ امریکہ میں مسلم کمیونٹی کی جانب سے عاشورۂ محرم منایا جاتا ہے' عید میلادالنبی ﷺ کی تقریبات منعقد ہوتی ہیں' اب تو خیر سے مزارات کے ماڈلز بنا کر پچھلے چند سالوں سے عرس بھی ہونے لگے ہیں' کئی کئی دن قوالیوں کے پروگرام ہوتے ہیں' جلسے جلوس ہوتے ہیں اور ان تمام موقعوں پر شہری انتظامیہ کی جانب سے نظم و ضبط برقرار رکھنے کے لئے بالکل اسی طرح الرٹ نظر آتی ہے جیسے امریکن تقریبات کے لئے۔ میڈیا ان تمام تقریبات کی کوریج کرتا ہے۔ نہ کہیں یہ سب کرنے پر مسلمانوں کا مضحکہ اڑایا جاتا ہے اور نہ ہی کوئی پھبتی کسی جاتی ہے' مسجدیں یہاں نمازِ جمعہ' تراویح و عیدین کے موقعوں پر بھری پری ہوتی ہیں' ہر سال مسلمان حج و عمرے اور مقاماتِ مقدسہ کی زیارت کو جاتے ہیں اور ویزے کے حصول میں انہیں چنداں پریشانی لاحق نہیں ہوتی لیکن اگر کوئی مسلمان خاتون یہ کہہ دے کہ وہ ڈرائیونگ لائسنس پر بوجوہ شرعی پردہ اپنی تصویر نہیں چسپاں کرنا چاہتی تو عدالت کے کٹہرے میں لا کھڑی کی جاتی ہے یا کسی مسجد کا خطیب اسلامی نظامِ شریعت کی بات کردے تو پولیس جوتوں سمیت مسجد میں گھس کر اسے اٹھا لے جاتی ہے کیونکہ یہ ریڈیکل اسلام ہے' یہ طالبانائزیشن ہے' بنیاد پرستی ہے' القاعدہ ہے' اسامہ بن لادن ہے لہٰذا یہ کسی طور قابلِ قبول نہیں ہے۔ کوئی ضرورت نہیں ہے خواتین کو پردہ کرانے کی' کو ایجوکیشن پر قدغن لگانے کی' دینی مدارس و دینی تعلیم کی بات کرنے کی کہ یہ طالبان برانڈ اسلام ہے۔ ہاں البتہ روزے رکھو' نمازیں پڑھو' مقاماتِ مقدسہ کی سیر کو جاؤ امریکانائزیشن کے اس دور میں صرف اسی کی گنجائش ہے اور چاہو تو اسے امریکہ برانڈ اسلام کہہ لو کہ بقول امام خمینی مغرب تمہاری نمازیں نہیں چھیننا چاہتا' وہ تو تمہاری پہچان چھیننا چاہتا ہے۔ یعنی وہ تمہاری شناخت کو ختم کر کے تمہیں امریکانائزڈ کر دینا چاہتا ہے۔ ○

یہ بات کبھی نہ بھولیں کہ انسانی زندگی میں فرائض بھی اتنے ہی اہم ہیں جتنے حقوق۔ آپ اپنی خامیوں اور خوبیوں پر نظر رکھیں' جو کام آپ آج کر سکتے ہیں اسے کل پر نہ چھوڑیں۔ قناعت پسندی ایک اعلیٰ صفت ہے' اس کو اپنائیں۔

(روشن کلمات از قاضی معین الدین' مرسلہ شہلا نسیم' کینیڈا)

سید احمد شہیدؒ کا سیاسی ماحول

تحریر: سید قاسم محمود

* شاہ ولی اللہ کے باب میں ہم نے ذکر کیا تھا کہ ان کے زمانے میں تین بڑی طاقتیں مرہٹے، جاٹ اور سکھ مرکزی سلطنت مغلیہ کے خلاف باغیانہ سر اٹھا رہی تھیں۔ شاہ ولی اللہ کی تحریک اور افغان سردار نواب نجیب الدولہ کی مساعی سے احمد شاہ ابدالی ہندوستان آیا اور 26 اپریل 1761ء کو پانی پت کے میدان میں پانچ لاکھ مرہٹوں کو ایسی شکست فاش دی کہ وہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو گئے۔ مرہٹوں کی طاقت پاش پاش ہو جانے سے جاٹوں میں بھی دم خم نہ رہا' جنہوں نے دہلی سے آگرہ تک سخت تباہی مچا رکھی تھی اور حقیقت یہ ہے کہ ان کی حوصلہ افزائی کرنے والے بھی مسلمان سردار ہی تھے جو اپنے مسلمان حریفوں کو شکست دینے کے لئے جاٹوں کو استعمال کرتے تھے۔

سکھوں کی تباہ کاریاں

مرہٹوں اور جاٹوں کی غارت گری کی داستانیں بلاشبہ بڑی روح فرسا اور دل گداز ہیں' مگر اس علاقے میں جسے آج پاکستان کہتے ہیں' ایک ایسی قوم نے بھی جنم لیا جس کی تباہ کاریاں مرہٹوں اور جاٹوں دونوں سے سبقت لے گئیں۔ یہ غارت گر قوم سکھ تھی۔ ابتدا میں سکھ ایک مذہبی فرقے کی حیثیت سے نمودار ہوئے۔ اس مذہب کے بانی گورونانک صاحب ایک نیک دل اور توحید پرست صوفی تھے۔ انسانیت کی تبلیغ اور صلح و آشتی ان کا مسلک تھا' مگر بعد کے گورو صاحبان خصوصاً گورو گوبند سنگھ نے سکھوں کو نیم فوجی گروہ بنا دیا۔ انہوں نے کرپان رکھنا ہر سکھ کے لئے لازم قرار دیا۔ انہوں نے مسلمانوں کے خلاف ایسی سفاکی کا مظاہرہ کیا کہ چنگیز خان اور ہلاکو خان کے مظالم بھی ہیچ نظر آنے لگے۔ مولانا ذکا اللہ دہلوی اپنی تالیف ''تاریخ ہندوستان'' میں لکھتے ہیں:

''سکھوں نے مال لوٹا۔ مردوں کو قتل کیا۔ شریف ے اہل و عیال کو قیدی کیا۔ تین چار روز تک (سرہند میں) ایسی بے دردی سے ظلم کیا کہ حاملہ عورتوں کے پیٹوں کو چاک کیا' جو بچہ زندہ نکلا اسے زمین پر پٹک کر تلوار کی نوک سے مردہ کیا۔ عمارتوں کو نذر آتش کیا۔ فقیر و غنی کو ہم صورت بنایا۔ جہاں مسجد' مقبرے اور مزار دیکھے' ان کو توڑا' ڈھایا' اکھیڑا۔ مزاروں میں سے مردوں کی ہڈیوں کو نکالا اور مردوں کی لاشوں سے وحشیانہ سلوک کیا۔''

مرہٹوں اور جاٹوں کی بغاوت فرو ہو جانے کے بعد سکھوں کی طاقت بھی کمزور پڑ گئی۔ اورنگ زیب عالمگیر کے فرزند بہادر شاہ اول نے لشکر جرار کے ساتھ کئی خون ریز جنگوں کے بعد سکھوں کو منتشر کر دیا۔

ابدالی کے ہاتھوں سکھوں کی گوشمالی

بظاہر سکھوں کی طاقت ختم ہو گئی اور اگر دہلی کی حکومت مستحکم ہوتی اور صوبوں کے گورنر سرکشی نہ کرتے تو یقیناً سکھوں کو دوبارہ سر اٹھانے کی جرأت نہ ہوتی مگر مرکز کی کمزوری' مسلمان سرداروں کی کشمکش اور خانہ جنگی نے سکھوں کو پھر منظم ہونے اور پنجاب میں غارت گری کا بازار گرم کرنے کا موقع دیا۔ اب انہوں نے مختلف گروہوں کی صورت میں' جنہیں ''مسلین'' کہتے تھے' قتل و خون ریزی اور لوٹ مار شروع کر دی۔ رفتہ رفتہ ان ''مسلوں'' کے سرداروں نے پنجاب کے بڑے حصے پر قبضہ کر لیا۔ ان مسلوں (یا مثلوں) کی تعداد بارہ تھی۔ ہر مسل کا ایک سردار ہوتا تھا جو جتھہ دار کہلاتا تھا۔ ان مسلوں اور جتھہ داروں نے سارے پنجاب میں لوٹ مار اور آتش زنی سے قیامت برپا کر دی حتیٰ کہ ان کی سرکوبی کے لئے احمد شاہ ابدالی کو پھر پنجاب آنا پڑا۔ اس کی آمد کی خبر سنتے ہی یہ پہاڑوں میں جا چھپے۔ البتہ آلا سنگھ نے دو لاکھ فوج کے ساتھ لدھیانہ کے قریب ''گھوڑا گھارا'' کے مقام پر احمد شاہ ابدالی سے مقابلہ کیا۔ اس جنگ میں بیس ہزار سکھ قتل ہوئے۔ زخمیوں کا کوئی شمار نہیں۔ سکھوں میں یہ جنگ ''گھلو گھارا'' (سخت خون خرابہ) کے نام سے مشہور ہوئی۔

احمد شاہ ابدالی کے واپس جانے کے بعد کئی سال سکھوں پر سکوت طاری رہا' لیکن بعض سکھ مسلین پھر سرکشی پر آمادہ ہو گئے۔ اس مرتبہ انہوں نے لاہور پر یورش کر دی اور تین سکھ سرداروں' گوجر سنگھ' سوبھا سنگھ اور لہنا سنگھ نے شہر پر قبضہ کر لیا۔ خود ان سکھ سرداروں میں خون ریز جنگیں ہوئیں۔ اس طرح لاہور بری طرح برباد ہوا۔ ایک شہر پر بیک وقت تین حاکموں کی حکومت تھی۔ آخر میں انہوں نے لاہور کو تین حصوں میں تقسیم کر لیا۔ لاہور کا مشہور علاقہ قلعہ گوجر سنگھ اس کی یاد دلاتا ہے۔ احمد شاہ ابدالی کی وفات (1772ء) کے بعد تو پنجاب میں کوئی سکھوں کی راہ میں رکاوٹ نہ رہا۔ سارے پنجاب کے مسلمان کی یورش اور غارت گری سے بلبلا اٹھے۔ احمد شاہ کے بعد اس کا بیٹا تیمور شاہ قندھار کا بادشاہ بنا۔ اس نے 1793ء تک حکومت کر کے وفات پائی۔ اس کے بعد اس کا بیٹا زماں شاہ تخت نشین ہوا۔ وہ سکھوں کی گوشمالی کے لئے کئی بار پنجاب آیا۔ آخری بار 1798ء میں لاہور آیا تو اسے خبر ملی کہ اس کے اپنے بھائی شاہ محمود نے قندھار میں اس کے خلاف بغاوت کر دی ہے۔ اسے یک دم واپس جانا پڑا۔

رنجیت سنگھ کی منظم غارت گری

واپسی پر شاہ زمان اس قدر جلدی میں تھا کہ سیلاب کی وجہ سے وہ اپنی کچھ توپیں دریائے جہلم کے کنارے چھوڑ گیا۔ گوجرانوالہ کی ایک سکھ مسل ''سکر چک'' کے جتھہ دار رنجیت سنگھ نے بارہ میں سے آٹھ توپیں نکلوا کر کابل بھجوا دیں۔ شاہ زمان نے اس خدمت پر خوش ہو کر اسے لاہور پر حکومت کرنے کا اجازت نامہ بھیج دیا۔ رنجیت سنگھ نے پہلے مختلف سکھ جتھہ داروں کو مغلوب کیا جو ایک دوسرے سے برسرپیکار رہتے تھے۔ ان سب کو مغلوب کر کے ایک مضبوط حکومت قائم کی۔ ان دنوں لاہور پر تین سکھ سرداروں کی حکومت تھی۔ لاہور شہر تین حصوں میں منقسم تھا اور لاہور کے مسلمان ان تینوں کے مظالم سے سخت پریشان تھے۔ جب یہ حالات قصور کے مسلمان حاکم کو معلوم ہوئے تو اس نے لاہور میں فوج کشی کرنے اور ان سکھ سرداروں کی گوشمالی کرنے کا ارادہ کیا' مگر اسی اثناء میں لاہور کے چند سرکردہ لوگوں نے جن میں مہر محکم الدین اور میاں عاشق محمد جیسے مسلمان پیش پیش تھے۔ نواب قصور کی بجائے رنجیب سنگھ کی ماتحتی کو ترجیح دی اور اسے لاہور آنے کی دعوت دی۔ چنانچہ رنجیت سنگھ گوجرانوالہ سے لشکر لے کر آ پہنچا اور نواں کوٹ کے مسلمان رئیس مہر محکم الدین کی امداد سے 6 جولائی 1799ء کو لاہور میں داخل ہو گیا۔

لاہور پر قبضہ کرنے کے بعد رنجیت سنگھ کی طاقت میں کئی گنا اضافہ ہو گیا اور اس نے قصور' اکال گڑھ' گجرات' امرتسر' جھنگ' اوچ شریف' سیالکوٹ' شیخوپورہ' ہریانہ' خوشاب' ساہیوال' جموں' کانگڑہ' وزیر آباد' اٹک' ملتان' پشاور' کشمیر اور ہزارہ تک کے دور دراز علاقوں پر قبضہ کر لیا۔

ان علاقوں میں رنجیت سنگھ کی سکھ فوج نے مسلمانوں پر جو مظالم توڑے' تاریخ کے صفحات ان کی لرزہ خیز تفاصیل سے بھرے پڑے ہیں۔ جو علاقے مکمل طور پر رنجیت سنگھ کے قبضے میں نہیں آئے تھے ان سے نذرانے وصول کرنے کا سلسلہ شروع کیا۔ یہ نذرانے نہایت ظلم اور تشدد سے وصول کئے جاتے تھے۔ رنجیت سنگھ اگرچہ سکھ تھا لیکن اس کا رجحان ہندومت کی طرف تھا۔ وہ ہندوؤں کے متبرک مقامات پر حاضری دیتا اور نذریں پیش کرتا۔ جب رنجیت سنگھ کشمیر کی تسخیر کے لئے روانہ ہوا تو پہلے دسہرہ کے موقع پر جوالا جی (ضلع کانگڑہ) کے مندر میں حاضری دی اور نیاز گزاری۔ ہندومت سے رنجیت سنگھ کی اس عقیدت سے اسے سکھوں کے ساتھ ساتھ ہندوؤں کا بھی ہیرو بنا دیا اور آج تک ہندو اس کا نام بڑے ادب و احترام سے لیتے ہیں۔ رنجیت سنگھ نے اپنی حکومت میں گئوکشی کو ممنوع اور

قانوناً جرم قرار دے دیا۔ اذان بند کر دی گئی۔ مساجد کو اصطبل میں تبدیل کر دیا گیا۔ مسجدوں میں سور ذبح کئے جانے لگے۔ قرآن حکیم کی بے حرمتی کو عام رواج بنالیا گیا۔ رنجیت سنگھ اور دوسرے سکھ جتھہ داروں کے گماشتے معمولی معمولی باتوں پر مسلمانوں کو گرفتار کرتے۔ ان پر مقدمے چلاتے۔ ان کے گھر بار ضبط کرتے اور انہیں شہر سے نکال دیتے۔ ہزاروں مسلمان عورتوں کو سکھوں نے جبراً اپنے گھروں میں ڈال لیا۔ مسلمانوں سے بیگار لینا سکھوں کا معمول بن گیا' مسلمانوں کی حیثیت جانوروں سے بھی بدتر ہوگئی۔

شاہ اسماعیلؒ کی رپورٹ

سید احمد اور ان کے رفقاء کو جب پنجاب' سرحد اور کشمیر کے مسلمانوں پر سکھوں کے انسانیت سوز مظالم کی خبریں ملیں تو شاہ اسماعیل بچشم خود ان واقعات کی تصدیق کرنے کے لئے سپاہیانہ بھیس میں پنجاب آئے اور یہاں انہوں نے جو کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا وہ دہلی جا کر اپنے مرشد سید احمد کی خدمت میں بیان کیا۔

شاہ اسماعیل کے مطابق مسلمانوں کی دس فی صد مسجدیں سکھوں کے قبضے میں تھیں اور ان مسجدوں میں گھوڑے بندھتے تھے یا سکھوں کے دفتر تھے۔ حکم دے دیا گیا تھا کہ کوئی شخص اذان بلند آواز سے نہ کہے بلکہ ایسی خاموشی سے کہے کہ اس کا دوسرا باز و بمشکل سن سکے۔ بقرعید کی قربانی کے قوانین بھی بہت سخت تھے۔ بعض اضلاع میں جاہل سکھ مسلمانوں کو بکرا ذبح کرتے وقت مجبور کرتے تھے کہ بجائے اللہ اکبر کے ''واہ گرو'' کہو اور انہیں اپنی جان کے خوف سے کہنا پڑتا تھا۔ حکومت میں چھوٹے بڑے عہدے ملنا تو درکنار' غضب یہ تھا کہ کوئی مسلمان مسجد کے کواڑ کھول کر نماز نہ پڑھ سکتا تھا اور اگر کسی ناواقف نے ایسا کیا تو اسے کوئی بھی سکھ کسی قسم کا مزا چکھانے کا حق رکھتا تھا۔ اسلام کی دینی اور متبرک کتابیں نذر آتش کر دینا ایک معمولی بات تھی۔ مسلمانوں کے بعض خاندان سکھ گردی سے تنگ آ کر ہندوستان کے انگریزی مقبوضات میں چلے گئے تھے۔ رنجیت سنگھ کے خاص محل میں کئی مسلمان عورتیں تھیں۔ بعض مسلمانوں نے بیان کیا کہ ''ہماری عزت کتے سے بھی بدتر ہے۔ ہمارے مذہبی ارکان و عبادات میں کھلم کھلا دست اندازی کی جاتی ہے اور ہمارے مقبروں اور مسجدوں میں سکھ ''ناجائز'' افعال اور بداعمالیاں کرتے ہیں ہماری مسجدوں کو سکھوں نے زناکاری اور شراب نوشی کے اڈے بنا لئے ہیں۔ یہاں شب و روز اپنے مویشی باندھے رکھتے ہیں۔ سرعام اسلام اور پیغمبر اسلام کو توہین آمیز الفاظ سے یاد کیا جاتا ہے۔ وہ عام طور پر مسلمانوں کو ''موسلا'' کہتے ہیں۔ مسلمانوں کی صورت دیکھتے ہی ایک غلیظ فقرہ ضرور کہہ دیا جاتا ہے۔ ''سور دا بچہ'' (سور کا بچہ)

شاہ اسماعیل نے اپنی رپورٹ میں مزید لکھا:

''مسجد میں نمازیوں پر غلاظت پھینکی جاتی تھی۔ بہت سی مسجدیں ویران' غیر آباد اور ٹوٹی ہوئی تھیں۔ ان میں سور اور کتے بندھے ہوئے تھے۔ ہر سکھ کو یہ قانونی حق حاصل تھا کہ اگر اسے دوسری جگہ سونے کو نہ ملے تو وہ جس مسجد میں چاہے چلا آوے۔ ملا کا ہاتھ پکڑ کر باہر نکال دے۔ اور آپ وہاں شب باشی کرے۔ وہاں سور کا گوشت کھانے اور شراب چڑھانے کی آزادی ہے۔ وہ مسجد میں پیشاب پاخانہ کر سکتا ہے۔ قرآن کی بے حرمتی کرنے اور جلا ڈالنے کے واقعات عام ہیں۔ کوئی دن ایسا نہیں جاتا جہاں ہر شہر میں آٹھ دس قرآن روزانہ نہ جلائے جاتے ہوں۔''

ایک غیور مسلمان نے شاہ اسماعیل سے اپنے علاقے کے مسلمانوں کی بربادی اور سکھوں کی سفاکی داستان بیان کرتے ہوئے بڑے دکھ بھرے انداز میں کہا ''ہمیں اس کی کچھ پروا نہیں کہ ہمارے نابالغ بچوں اور بیمار مردوں اور عورتوں کو سکھوں نے کس بے رحمی سے قتل کیا اور زندہ آگ میں جلا دیا' بلکہ اگر خیال ہے تو یہ کہ انہوں نے ہمارے مقبروں کی اینٹ سے اینٹ بجا دی اور ہماری مسجدوں میں سور ذبح کئے اور جو کچھ ان سے ہو سکا' دین اسلام کی توہین کرنے میں کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا۔ اور اب تک وہ اسی سرگرمی سے اسلام اور مسلمانوں کی توہین کئے جاتے ہیں۔ سکھ بے محابا ہر مسلمان کے مکان پر چلے جاتے ہیں۔ انہیں اختیار ہے جو چاہیں اٹھالیں۔ اگر کھانا پکتا ہو تو اس پر سور کی ہڈی ڈال کر پاک کر لیں۔''

شاہ اسماعیل لکھتے ہیں ''سکھوں کا دستور ہے کہ ہولے کر کے کھاتے ہیں۔ دہلی میں ہولے سوکھے بوٹوں (چنوں) کو گھاس پھوس کی آگ میں مع شاخوں کے خستہ کرنے کو کہتے ہیں' مگر سکھوں میں انہیں ہولے نہیں کہتے۔ وہ ایک بڑے فولادی پنجرے میں چیل' کوے' کبوتر' تیتر' مینائیں' طوطے' غرض مختلف قسم کے جانور بند کر کے پنجرے کو کسی درخت پر لٹکا دیتے ہیں اور پھر نیچے سے آگ دے دیتے ہیں۔ وہ زندہ پرندے پھڑ پھڑا کے بھن کر کوئلہ ہو جاتے ہیں۔ پھر انہیں صاف کر کے یہ ناخدا ترس کھاتے ہیں۔ اسی طرح بے گناہ مسلمانوں کے ہولے کئے جاتے ہیں اور یوں تڑپا کے انہیں مارا جاتا ہے۔''

سید احمد کو ایسی ظالم و سفاک قوم ہی سے نہ نمٹنا تھا' ان کے ساتھ ایک دوسری قوم بھی تھی جو سات سمندر پار سے پاک و ہند میں براجمان ہو گئی تھی۔ سید صاحب کی نگاہ دور بین اس نئی قوم پر بھی تھی۔ یہ تھی انگریزوں کی قوم جو اس وقت کے سیاسی ماحول پر پوری طاقت سے پھیل رہی تھی اور اس کے توسیع پسندانہ عزائم کو روکنا بھی اتنا ہی ضروری تھا جتنا سکھوں کے مظالم کو۔ فیصلہ سید صاحب کو کرنا تھا انہوں نے کیا فیصلہ کیا اس کا احوال آئندہ قسط میں ملاحظہ کیجئے۔

KHALID TRADERS
IMPORTERS - INDENTORS - STOCKISTS & SUPPLIERS OF WIDE VARIETY OF BEARINGS, FROM SUPER - SMALL TO SUPER - LARGE
NATIONAL DISTRIBUTORS NTN BEARINGS

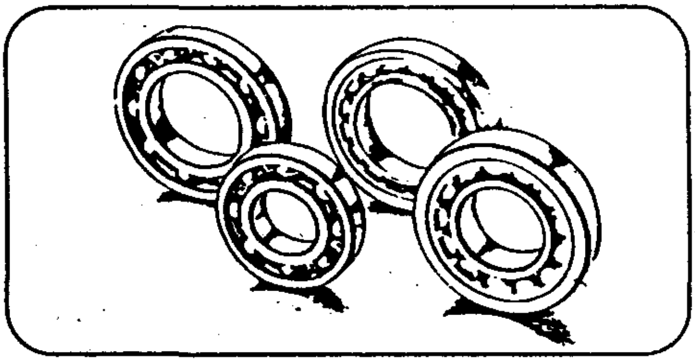

PLEASE CONTACT
Opp. K.M.C. Workshop, Nishtar Road, Karachi-74200, Pakistan.
G.P.O. Box #. 1178 Phones : 7732952 - 7730595 Fax : 7734776 - 7735883
E-mail : ktntn@poboxes.com

FOR AUTOMOTIVE BEARINGS : SIND BEARING AGENCY, 64 A-65 Manzoor Square Noman St. Plaza Quarters Karachi-74400(Pakistan) Tel : 7723358-7721172

LAHORE : 5 - Shahsawar Market, Rehaman Gali No. 4, 53-Nishtar Road, Lahore-54000, Pakistan. Phones: 7639618,7639718,7639818, Fax: (42) : 763-9918

GUJRANWALA: 1-Haider Shopping Centre, Circular Road, Gujranwala Tel : 41790-210607

WE MOVE FAST TO KEEP YOU MOVING

عرفان صدیقی

طالبان پر تبرّا

رُوح میں تلاطم برپا کردینے والی ایک تحریر جو سچے اسلامی جذبات کی آئینہ دار ہے

موسم کروٹ لیتا ہے تو زندگی کے قرینے بھی تبدیل ہونے لگتے ہیں۔ ہواؤں کے سنگ سنگ سفر کرنے والے لوگ اپنے پرانے پیرہن پھینک ڈالتے اور نئے فیشن کے جدید تقاضوں کو زیب تن کرکے کچھ اس شان سے زمانے کی رو میں شامل ہو جاتے ہیں جیسے وقت کا ہر لمحہ ان کی مٹھی میں ہو۔ اپنے نظریئے اپنے تصورِ حیات اپنی تہذیبی اقدار اپنے سماجی تشخص اور اپنے قومی امتیازات پر پختہ ایمان نہ رکھنے اور غیروں کے فکر و فلسفہ کو الہامی صداقتوں سے کہیں زیادہ مقدس و محترم جاننے والا قبیلہ کٹی پتنگ کی طرح خودسَر ہواؤں کی زد میں رہتا ہے لیکن یہ سمجھتا ہے کہ فضاؤں پر اس کا راج ہے اور نیلگوں آسمانوں کی وسعتیں اس کی جولان گاہ ہیں۔

صدر پرویز مشرف کا دورۂ امریکہ قریب آ رہا ہے۔ ان کی عزت افزائی کے لئے صدر بش کیمپ ڈیوڈ میں اُن سے ملاقات کریں گے۔ رچرڈ آرمیٹج کہہ چکے ہیں کہ پاکستان کی پوری تاریخ میں صدر مشرف سے اچھا حکمران پیدا نہیں ہوا۔ تقریباً ہر قابل ذکر امریکی اہلکار اُن پر تحسین و آفرین کے پھول نچھاور کر رہا ہے۔ صدر بش انہیں اپنا ذاتی دوست قرار دے چکے ہیں۔ بلاشبہ یہ ایسا مقام بلند ہے جس پر دنیا کا کوئی بھی "دنیادار" حکمران فخر کرسکتا ہے لیکن سوال یہ ہے کہ اس پذیرائی کی قیمت اس قبیلہ سخت جان سے کیوں وصول کی جارہی ہے جو قلعہ جنگی، تورا بورا اور دشت لیلیٰ کے ریگزاروں میں بھسم ہو گیا۔ امریکی میزبانی اور قدردانی کا سارا معاوضہ ملا محمد عمر اور طالبان کی جیبوں سے کیوں نکالا جا رہا ہے جو نہ جانے کن بے آب و گیاہ گھاٹیوں کی خاک چھان رہے ہیں؟

ایل ایف او، کشمیر، ایٹمی پروگرام، صدر کی وردی، ایم ایم اے، متحدہ اپوزیشن، جدہ اور دبئی کے جلاوطنوں اور صدر کے مجوزہ دورۂ امریکہ سے طالبان کا کوئی براہ راست تعلق نہیں۔ ان آشفتہ سَروں سے ہمارا ناتا ٹوٹے تو دو سال ہونے کو آئے لیکن صدر مشرف نے ان بے زبانوں پر کچھ ایسی نشتر زنی کی کہ اب سرکار دربار سے وابستہ ہر اہلکار انہیں سنگ الزام اور تیر دشنام کا نشانہ بنانے کو اپنے نامۂ اعمال کا حسن بنا رہا ہے۔ صدر نے جانے کس کی دلداری کے لئے ایسا کیا لیکن ستر خوانی قبیلے کا ہر شخص، صدر محترم کی خوشنودیٔ خاطر کے لئے طالبان کے ناموس سے کھیل رہا ہے۔ لغت میں موجود سب سے کڑوے اور سب سے کھردرے الفاظ کا انتخاب کرکے اس مخلوق کا سینہ چھلنی کیا جا رہا ہے جو آج بھی اسلام اور پاکستان سے محبت کو اپنا سرمایۂ افتخار خیال کرتی ہے۔ کسی کے سامنے سر نہ جھکانے کی روایت رکھنے والے اہل جنوں کی بڑی تعداد تو ڈیزی کٹر بموں کا نشانہ بن گئی۔ ان کی پری چہرہ بیٹیاں دنیا کے بازاروں میں بک گئیں۔ ان کی بیوائیں اور یتیم بچے فاقہ کشی سے مر رہے ہیں۔ ستاون اسلامی ملکوں میں سے کوئی نہیں جو اسلامی بھائی چارے کے نام پر نہ سہی، انسانی ہمدردی کے نام پر ہی ان کی جھولی میں کچھ ڈال دے۔ خشک سالی اور فاقہ کشی کی بھٹی میں بلکتے لوگوں کو پکی پکائی روٹیاں فراہم کرنے والا "الرشید ٹرسٹ" بھی نامطلوب تنظیموں کی فہرست میں آکر پابندیوں میں جکڑا جا چکا ہے۔ کسی کو کچھ خبر نہیں کہ ہمارے پڑوس میں خستہ جاں کس حال میں ہیں؟ وہ جو اللہ اور رسول ﷺ کے نام لیوا ہیں، جنہیں اسلام نے ہمارا بھائی قرار دیا ہے، جن کی بھوک ننگ سے لاتعلق ہو کر ہماری خوش پوشی اور شکم سیری گناہ کے زمرے میں آتی ہے۔ ایک سے ایک سورما صرف اس لئے انہیں گالی دے رہا ہے کہ رُت بدل چکی ہے۔ اُن کے ایوانوں میں اٹھکیلیاں کرتی ہوائیں مکہ اور مدینہ کے بجائے واشنگٹن اور لندن سے آنے لگی ہیں۔ کل تک یہ سوختہ ساماں، مجاہد، غازی اور صف شکن تھے۔ آج وہ جاہل، گنوار، اجڈ، قدامت پرست، عصری تقاضوں سے بے بہرہ، دہشت گرد اور گردن زدنی ہیں۔ 11 ستمبر 2001ء کی سہ پہر تک وہ ہمارے لئے قافلۂ حجاز کی باقیات میں سے تھے۔ ہم ان کے وکیل بھی تھے اور کفیل بھی۔ وہ ہماری زبان اور ہم اُن کے ترجمان تھے۔ ہم نے اُن کی حکومت کو جائز تسلیم کرنے میں سب سے زیادہ عجلت دکھائی۔ ہم اُن کی فاتحانہ پیش قدمی پر شادیانے بجاتے اور ترانے گاتے رہے۔ طالبان کا ہراول دستہ کابل میں داخل ہوا تو ہم نے جانا کہ پاکستانی سپاہ نے دلّی سر کرلیا۔ تب قندھار کا مردِ جری ہمارا ہیرو تھا۔ اس کے سر پر رکھی بھاری سیاہ پگڑی ہمیں اسلامی تشخص کی تابندہ علامت دکھائی دیتی تھی۔ اس کے چہرے پر اُگی گھنی داڑھی میں ہمیں قرونِ اولیٰ کے اہل حرم کا بانکپن دکھائی دیتا تھا۔ اُس کی لمبی عبا ہمارے لئے قلندری و درویشی کا مومنانہ استعارہ تھی لیکن 11 ستمبر کے بعد جب منہ زور آندھی چلی اور ہم نے راتوں رات "جہادِ اصغر" سے تائب ہو کر "جہاد اکبر" کے نخلستان میں پناہ لے لی تو سب کچھ بدل گیا۔ ہم طالبان کو امریکہ کے دماغ سے سوچنے اور امریکہ کے دل سے محسوس کرنے لگے۔ وہ چہرے جو ہماری آنکھوں کا محور اور سرور تھے، آناً فاناً دہشت و بربریت کی علامت بن گئے۔ ان کے ہاتھوں میں لہراتی تلواروں میں ہمیں کبھی بدر و حنین کی تاریخ جھلکتی دکھائی دیتی تھی۔ اب وہی تلواریں "دہشت گردی" کے ہتھیار بن گئے۔ ان کی گھنی داڑھیوں میں وحشتوں نے آشیانے بنالئے اور ان کی بھاری پگڑیاں قتل و غارت گری کی علامتیں بن گئیں۔

طالبان کو گالی اس لئے نہیں دی جارہی کہ یہ ہماری اپنی سوچ کا تقاضا یا ہمارے اپنے دل کی آواز ہے۔ اگر ایل ایف او کوئی مسئلہ نہیں تو زخم خوردہ طالبان بھی اب کوئی مسئلہ نہیں رہے۔ انہیں گلا پھاڑ پھاڑ کر گالیاں دینے اور ایڑیاں اٹھا اٹھا کر پھنکار کرنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ اس جانِ جاناں کو خوش کیا جائے جسے آج ملجا و ماویٰ سمجھ لیا گیا ہے۔ اگر داڑھی، ستر پوش لباس اور نقاب، مذہب کے اساسی تقاضے نہیں تو بھی یہ ایسی مقدس اور محترم علامتیں ہیں جنہیں اسلامی تہذیب کی خصوصیات کا درجہ حاصل ہے۔ اگر ان پر زبردستی عمل کرانا نازیبا ہے تو انہیں تمسخر اور توہین کا نشانہ بنانا بھی روا نہیں۔ صوبہ سرحد میں شریعت بل کی آڑ لے کر اور عریانی و فحاشی کی دعوت عام دینے والے بورڈوں کی "بے حرمتی" کو جواز بنا کر مسلمہ نظریاتی اور تہذیبی مظاہر پر سنگ زنی کیونکر درست ہے؟ ان مظاہر کو تو چودہ سو سالہ اسلامی تاریخ کے کسی دور میں بھی تضحیک کا نشانہ نہیں بنایا گیا۔

پاکستان کے کسی دور افتادہ شہر کے کسی غیر معروف چوراہے میں شربت کی ریڑھی لگانے والا بھی جانتا ہے کہ یکایک طالبان کی آدھ جلی بے گور و کفن پڑی ہڈیوں پر تبرا کیوں شروع ہو گیا ہے؟ کس کی نگاہوں کی تسکین کے لئے ہم اپنے چہرے پر طمانچے مار مار کر گلنار بنا رہے ہیں؟

کیا امریکہ اور اور یورپ کے عالی قدر راہنماؤں کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے کسی اور مناسب تحفے کا انتخاب نہیں کیا جاسکتا تھا؟ کیا یہی سوغات کافی نہ تھی کہ ہم نے طالبان کی غارت گری کے لئے اپنی زمین اور ہوا سے ستاون ہزار آٹھ سو حملوں کی اجازت دی؟ کیا امریکہ کے لئے رخت سفر باندھتے وقت لہو میں لتھڑے ہاتھوں کے ساتھ ساتھ زبان سے گالیوں کی بوچھاڑ بھی ضروری ہے؟

امریکہ کا دورہ قریب آ رہا ہے اور فضا گونج رہی ہے کہ "طالبنائزیشن نہیں ہوگی۔ طالبان کا نظام نہیں چلنے دیں گے۔ صوبہ سرحد کی اسمبلی نے ایسا کرنے کی جسارت کی تو اسے توڑ دیا جائے گا"۔

یہ سب کچھ ایسے ملک کے عالی قدر رہنما کہہ رہے ہیں جو اسلام کے نام پر وجود میں آیا اور جس کی منزل مراد کو پانے کے لئے اہل جنوں کے قافلے "لا الہ الا اللہ" کے پرچموں تلے آمادہ ہجرت ہوئے اور راستوں کی دھول ہو گئے۔ جس کا تصور پیش کرنے والے عظیم مفکر اور جس کی بنیاد ڈالنے والے بے مثال قائد کے دل میں کوئی ابہام نہ تھا کہ پاکستان اسلامی تعلیمات کا گہوارہ بنے گا۔ آج طالبان پر تبرا کرنے' ان کے نظام میں کیڑے نکالنے والے اور "طالبنائزیشن" کو مکروہاتِ زمانہ میں شمار کرنے والوں کو کیا خبر کہ وہ درویشانِ خدامست کیا تھے؟ ان کا نظام کیا تھا؟ ان کے اندازِ حکمرانی کیا تھے؟

میں ابھی تک ملا حسن رحمانی کو نہیں بھولا جو بائیں بغل تلے رکھی بیساکھی کا سہارا لئے لوٹے سے میرے ہاتھوں پر پانی ڈال رہا تھا اور جس کے کرتے کے دامن پر دو پیوند لگے تھے۔ مجھے بعد میں پتہ چلا کہ یہ غریب و خستہ حال سا شخص ولایت قندھار کا والی ہے جسے ہماری اور ہمارے آقاؤں کی زبان میں "گورنر" کہا جاتا ہے۔ اگلے دن میں نے قندھار کے اسی گورنر کو اگست کی چبھتی ہوئی دھوپ میں ادھڑتی ہوئی فٹ پاتھ پر بیساکھی ٹیکتے' ہجوم میں راستہ بناتے دیکھا تو دیر تک آنکھیں ملتا رہا۔ معلوم ہوا کہ اس دن گورنر ہاؤس کی واحد گاڑی میرے استعمال میں تھی اور گورنر کو پیدل چلنے میں کچھ عار نہ تھا۔ سینکڑوں ایکڑ اراضی پر محیط محلات میں بسنے اور اعلیٰ ترین نسل کی گاڑیوں میں گھومنے والی مخلوق کو کیا معلوم کہ قندھار کا یہ گورنر ایک ایسے گھر میں رہتا تھا جس طرح کے گھر گورنر ہاؤسوں کے پچھواڑے میں نائب قاصدوں' خانساموں اور خاصہ داروں کے لئے بنائے گئے ہیں۔ ملا رحمانی نے کس سیر چشمی سے مجھے بتایا تھا۔ "میری کوئی تنخواہ نہیں۔ دو چار مہینوں بعد امیر المومنین' شوریٰ کی منظوری سے گزارا الاؤنس دے دیتے ہیں۔ میرے بیٹے جوان ہیں۔ وہ صبح سویر محنت مزدوری کے لئے نکل جاتے ہیں۔ جس دن مزدوری مل جائے' وہ دن اچھا گزر جاتا ہے۔ ہماری ضرورتیں بہت تھوڑی ہیں۔ اللہ کا شکر ہے"۔ مجھے وہ بلند قامت شخص بھی نہیں بھول پا رہا جو اسلامی امارت افغانستان کا سیاسی و انتظامی سربراہ تھا اور جسے امیر المومنین کہا جاتا تھا۔ وہ ہماری محفل میں کچھ اس طرح سے آیا کہ کسی کو خبر ہی نہ ہوئی۔ نہ پروٹوکول' نہ پہروں قبل سڑکوں پر پہرے لگے' نہ گھنٹوں راستے بند ہوئے' نہ پولیس کے دستے حرکت میں آئے' نہ ٹریفک میں خلل پڑا' نہ سائرن بجے' نہ لشکارے مارتی اور خراٹے بھرتی گاڑیوں کے کارواں روانہ ہوئے۔ جلال و جمال کا مرقع ایک شخص السلام علیکم کہہ کر محفل میں آیا اور خالی کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس کی گفتگو میں گلوں کی خوشبو اور آبشاروں کا ترنم تھا۔ نہ رعونت' نہ بڑائی' نہ کروفر' نہ تحکم' نہ تفاخر نہ میں اور یہ وہ شخص تھا جس کا اشارہ ابرو فرمان کا درجہ رکھتا تھا اور جس کے جسم پر جہاد کے کتنے ہی تمغے سجے تھے۔ مجھے قندھار کے قبرستان نو میں رنگین پرچموں کے سائے تلے گہری نیند سویا ملا یار محمد خان بھی نہیں بھولا جو ہرات جیسے آسودہ حال صوبے کا گورنر تھا اور جس کا گھر ہمارے ایوان صدر کے عقب میں بری امام کے سامنے بنی چھوٹے ملازمین کی کالونی کے گھروں میں سے ایک تھا۔ اس کے "گورنر ہاؤس" میں صرف ایک فون تھا جسے اس نے لکڑی کی صندوقچی میں بند کر کے چابی اپنی واسکٹ کی جیب میں ڈال رکھی تھی۔ میں پانچ صوبوں کے والی' شورائے عالی کے رکن اور سپیکر مولانا محمد حسن کو بھی نہیں بھول پایا جو غزنی' زابل' قندھار' ہلمند اور اوزرگان کا "فرمانروا تھا" اور جس کی واسکٹ کی جیبیں ادھڑی ہوئی تھیں اور جس کے پاؤں میں بڑی چپل کے بخیے کھل رہے تھے۔ کیا باکمال لوگ تھے کہ ان کے دل و دماغ میں حاکمیت کا شائبہ تک نہ تھا۔ جو راتوں کو اپنی بستیوں کی گلیوں میں پہرا دیتے اور ذمہ داری کے بھاری بوجھ تلے دبے جا رہے تھے۔

"طالبنائزیشن نہیں ہونے دیں گے"۔

نہ ہونے دیں لیکن تمہیں خبر ہے کہ انہوں نے کس طرح دو ہفتوں کے اندر اندر پورے ملک کو اسلحہ سے پاک کر دیا تھا۔ ہم بار بار کی بڑھکوں اور کروڑوں کے فنڈز خرچ کر کے بھی ایسا نہیں کر پائے۔ انہوں نے ایک فرمان کے ذریعے پورے افغانستان کو منشیات اور افیون سے پاک کر دیا تھا۔ جہاں امن و امان کا یہ عالم تھا کہ چوری' ڈاکے' راہزنی اور قتل و غارت گری کے واقعات قصہ پارینہ ہو گئے تھے۔ ہمارے ہاں کوئی دن ایسا نہیں ہوتا جب اخبارات اس طرح کے مکروہ اور بھیانک جرائم کی خبروں سے نہ بھرے ہوں۔ ان کا نظام انصاف مثالی حد تک موثر تھا۔ کسی مظلوم اور مدعی کو ایک روپیہ بھی خرچ نہیں کرنا پڑتا تھا۔ بس سادہ کاغذ پر ایک درخواست دینا ہوتی تھی۔ نہ کورٹ فیس' نہ وکیل نہ کچھ' مدعی اور مدعا الیہ خود قاضی کے سامنے پیش ہوتے۔ چار چھ دن میں فیصلہ ہو جاتا۔ کوئی فریق مطمئن نہ ہوتا تو صوبائی عدالت (مرافعہ) میں اپیل کر دیتا۔ ہفتہ بھر میں اپیل بھی نپٹ جاتی۔ کسی کو اس پر بھی اطمینان نہ ہوتا تو وہ سپریم کورٹ (تمیز) میں عرضی بھیج دیتا۔ یہاں کوئی فریق پیش نہیں ہو سکتا تھا۔ قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) خود فائل کا جائزہ لیتے اور حتمی فیصلے سنا دیتے۔ ایک مہینے کے اندر اندر عدل کے تمام مراحل طے ہو جاتے۔ کوئی جانتا ہے ہمارے ہاں انصاف کا عالم کیا ہے؟ کسی کو خبر ہے کہ مجسٹریٹ کی عدالت سے فیصلہ لینے والا نوجوان' سپریم کورٹ سے فیصلہ لینے تک اپنی جوانی اور ادھیڑ عمری کے سارے موسم بے رحم راہداریوں کی نذر کر چکا ہوتا ہے اور اس کی آنے والی نسلیں بھی انصاف نہیں لے پاتیں؟

طالبان کے نظام کو جی بھر کے گالیاں دے لو لیکن اس حقیقت کو بھی نہ جھٹلاؤ کہ تمہارا نظام نیچے سے لے کر اوپر تک کرپشن اور بدعنوانی کی جس غلیظ دلدل میں دھنسا ہوا ہے' افغانستان میں اس کا شائبہ تک نہ تھا۔ یہ تصور بھی خارج از امکان تھا کہ تھانے کی سطح کا کوئی اہلکار یا بالاترین سطح پر بیٹھا کوئی منصب دار' رشوت لے۔ ان کے نظام میں نہ کوئی جاگیردار تھا' نہ سرمایہ دار' نہ خان' نہ وڈیرہ' نہ چودھری' نہ سردار' ان کے معیار کردار کا جائزہ لینا ہو تو ان یورپی خواتین کی گواہی پر نظر ڈالو جو انہوں نے طالبان کی قید سے رہائی کے بعد دی تھی۔

اپنے عارضی اور جز وقتی مفادات کے لئے بے شک طالبنائزیشن کو برا بھلا کہو' بے شک داڑھیاں نہ بڑھاؤ' عبائیں زیب تن نہ کرو' بے شک ان تہذیبی علامات پر مشق ستم کرو۔ لیکن ان جیسا بن کر تو دکھاؤ۔ وہ جس ڈھب کی زندگی گزار رہے تھے ہم تو اس جیسے ایک لمحے کا کرب بھی برداشت نہیں کر سکتے۔ وہ جتنے بجٹ میں ایک ریاست چلا رہے تھے' اتنے بجٹ میں تو ہمارے کسی گورنر ہاؤس کا کچن بھی نہیں چل سکتا۔ داڑھیاں' عمامے اور عبائیں تو ان کے مجموعی نظام کا دسواں حصہ بھی نہ تھیں جن کی آڑ میں انہیں مطعون کیا جا رہا ہے۔ یقین جانو وہ بڑے بڑے لوگ تھے۔ اپنی تمام کمزوریوں' لغزشوں اور خامیوں کے باوجود وہ اس عہد کے بتکدے میں حق کی اذان تھے۔ ہمارا اور ان کا کیا میل۔ ہم تو ایک فتنہ بداماں ٹیلی فون پر ڈھیر ہو گئے اور انہوں نے کسی مصنوعی خدا کی دہلیز پر سر رکھنے کے بجائے زندانوں' غاروں اور صحراؤں میں اپنے لہو کے چراغ جلانے کو ترجیح دی کہ حق گوئی و بے باکی کی یہ روایت ان کے دین کا سرمایہ افتخار تھا۔

"طالبان کا نظام" نہ سہی' اس کم نصیب سرزمین کو کوئی نظام تو دو۔ امریکہ کا سہی۔ برطانیہ کا سہی۔ بنگلہ دیش یا سری لنکا کا سہی۔ یا پھر اس دستور کا سہی جو بحال ہونے کے باوجود بے حال پڑا ہے۔ (بشکریہ: روزنامہ نوائے وقت)

حضرت علیؓ صفین سے واپس آ رہے تھے' راستے میں کوفے کے ایک قبرستان تک پہنچے تو فرمایا:
"اے ڈراؤنے شہر' اے تاریک قبروں اور اے خاک کے رہنے والو! اے وحشت کے مقام کے باشندو! تم ہم سے پہلے پہنچ گئے اور ہم تمہارے بعد آنے والے ہیں۔ تمہارے مکان آباد ہو گئے' تمہاری بیویاں بیاہ دی گئیں' مال تقسیم ہو گئے۔ یہ خبر تو ہم نے تمہیں سنا دی تم بتاؤ تمہاری کیا خبر ہے؟"

عالم اسلام

بنگلہ دیش میں دینی مدارس: نئے رجحانات

تحریر: ڈاکٹر ممتاز احمد

> مقالہ نگار محترم ڈاکٹر ممتاز احمد ہیمپٹن یونیورسٹی امریکہ میں مطالعۂ اسلام کے معلم ہیں۔ ان کا یہ مقالہ انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی سٹڈیز اسلام آباد کے ایک سیمینار میں پڑھا گیا۔ یہ تحریر پڑھتے وقت ممکن نہیں کہ آپ کے ذہن میں پاکستان کے دینی مدارس کی تصویر نہ ابھرے۔

دنیا میں، عالم اسلام میں سب سے زیادہ عربی مدارس، ان کے اساتذہ وطلبہ بنگلہ دیش میں ہیں۔ یہ امتیاز کسی اور مسلمان ملک کو حاصل نہیں ہے۔ اس وقت بنگلہ دیش میں 60 لاکھ ایسے افراد ہیں جو کسی نہ کسی حیثیت سے مدارس سے وابستہ ہیں۔

بنگلہ دیش میں تین طرح کے مدارس ہیں: ایک وہ جو حکومت سے کوئی امداد اور تعاون نہیں لیتے، نجی ہیں۔ ان کو قومی یا خارجی مدارس کہتے ہیں۔ دوسرے عالیہ مدارس ہیں جو نجی ہیں لیکن حکومت سے مالی اعانت وصول کرتے ہیں۔ تیسرے خالصتاً سرکاری مدارس ہیں جن کی تعداد چار ہے۔ ان کو بھی عالیہ مدرسہ کہا جاتا ہے۔ ایسے عالیہ مدرسے ڈھاکہ، بوگرہ، راج شاہی اور جیسور میں ہیں۔ قومی مدرسوں کی تعداد 6 ہزار 5 سو ہے۔ یہاں مکمل درس نظامی پڑھایا جاتا ہے۔ اس میں سے 30 فیصد مدارس میں دورہ حدیث بھی ہوتا ہے۔ 1993ء میں ایسے مدارس کی تعداد صرف 12 یا 13 فیصد تھی جہاں دورہ حدیث کا انتظام تھا۔ اس اضافے کی وجہ یہ ہے کہ اس سے پہلے بنگلہ دیش کے علماء کی بہت بڑی اکثریت درس نظامی مکمل کر کے دورۂ حدیث کے لئے دیوبند جایا کرتی تھی لیکن بھارتی حکومت نے اس خطرے کے پیش نظر کہ یہ سارے لوگ آئی ایس آئی کے ایجنٹ کے طور پر بھارت جائیں گے، ویزے بند کر دیے۔ اس کے نتیجے میں بنگلہ دیش میں مدارس نے خود دورۂ حدیث کے انتظامات کیے۔ اس وقت صرف ڈھاکہ میں 28 مدارس ایسے ہیں جہاں دورۂ حدیث ہوتا ہے۔ قومی مدارس کے اساتذہ کی تعداد ایک لاکھ 30 ہزار اور طلبہ کی تعداد 14 لاکھ 62 ہزار 5 سو ہے۔

عالیہ مدارس میں درس نظامی کے ساتھ جدید علوم پڑھائے جاتے ہیں۔ ان مدارس کو حکومت، اساتذہ کی تنخواہوں کا 80 فیصد اور توسیع وترقی کے لئے 75 فیصد تک امداد دیتی ہے۔ یہ مدارس پوری طرح سے نجی ہیں لیکن ان کے امتحانات کلی اور داخلی سطح پر ایک مدرسہ ایجوکیشن بورڈ لیتا ہے جو حکومت کا ادارہ ہے۔ ان مدارس کی تعداد 6 ہزار 9 سو 6 ہے۔ ان میں اساتذہ کی تعداد ایک لاکھ 17 ہزار 2 سو ہے جبکہ طلبہ کی تعداد 18 لاکھ 78 ہزار 3 سو ہے۔

چار سرکاری عالیہ مدارس میں طلبہ کی تعداد اوسطاً 3 ہزار ہے۔ ان کے اخراجات 100 فی صد حکومت کرتی ہے۔ طالبات کے قومی مدارس کی تعداد 200 کے قریب ہے۔ طالبات کے ان مدارس میں مکمل درس نظامی پڑھایا جاتا ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ ان مدارس میں 20 فیصد اساتذہ خواتین ہیں جو خود عالمہ دین ہیں۔

ایک عمل جو جنرل ارشاد کے زمانے سے شروع ہوا، وہ ابتدائی کورس / مکتب کا قیام ہے جو مسجدوں سے بھی منسلک ہیں اور مسجدوں سے الگ بھی ہیں۔ اس وقت ایک اندازے کے مطابق ان کی تعداد 18 ہزار ہے۔ ان میں اساتذہ کی تعداد 85 ہزار ہے اور طلبہ کی تعداد 20 لاکھ ہے۔ اس طرح ابتدائی، قومی، عالیہ، سرکاری وغیر سرکاری سب ملا کر تقریباً 23 ہزار مدارس ہیں اور ان میں طلبہ اور اساتذہ کی مجموعی تعداد 60 لاکھ ہے۔

تمام قومی مدارس میں انگریزی زبان لازمی قرار دی گئی ہے۔ اس وقت کوئی ایک بھی ایسا قومی مدرسہ نہیں ہے جس میں انگریزی زبان نہ پڑھائی جاتی ہو۔ ان مدارس میں انگریزی کی تدریس کے معیار میں ضرور فرق ہوگا، کسی میں بہتر ہے کسی میں کم بہتر، لیکن ہر جگہ پڑھائی جاتی ہے۔

ایک اہم بات یہ ہے کہ تمام قومی مدارس میں پرائمری ایجوکیشن تدریس کا حصہ بنادی گئی ہے۔ پہلے تو یہ ہوتا تھا کہ طلبہ کو براہ راست درسِ نظامی میں لیا جاتا تھا۔ اب پرائمری تعلیم درسِ نظامی کا لازمی حصہ بن گئی ہے۔ جو بچہ پرائمری اسکول سے شروع ہوتا ہے، اسے سائنس، سوکس، جغرافیہ، انگریزی اور بنگلہ زبان سب پڑھایا جاتا ہے۔ پرائمری کا یہ سارا نصاب پڑھ کر طالب علم درس نظامی میں جاتا ہے۔

تقابل ادیان سارے مدارس میں شامل کر لیا گیا ہے۔ بنگلہ دیش میں تقابل ادیان سے مراد یہودیت، عیسائیت، بدھ ازم اور ہندو ازم ہے۔ ایک اور تبدیلی جو آئی ہے وہ یہ کہ مدارس پاکستان کی طرح اپنے اپنے وفاق میں شامل ہیں۔ اس وقت دو بڑے وفاق ہیں۔ ایک ''وفاق المدارس'' ہے جس کا صدر مقام پوٹھیاں مدرسہ ہے جو چٹاگانگ کے پاس ہے۔ دوسرا ''انجمن اتحاد المدارس'' ہے جس کا صدر مقام ڈھاکہ میں ہے۔ ایک کے ساتھ ایک ہزار 15 سو اور دوسرے کے ساتھ 850 مدارس کا الحاق ہے۔ یہ دونوں وفاق ہر سال کے امتحان الگ لیتے ہیں اور فائنل امتحان الگ لیتے ہیں۔ پورے بنگلہ دیش میں ایک وقت میں امتحانات ہوتے ہیں۔ امتحانی مراکز، نگران اور سپروائزر سب خود مقرر کرتے ہیں اور سندیں وفاق کی طرف سے دی جاتی ہیں۔ ایک بڑی تبدیلی یہ ہوئی ہے کہ داخلے، امتحان، سب پیشہ وارانہ انداز سے ہو رہے ہیں۔ تین چار مدرسے ایسے ہیں جن کا سارا ڈیٹا کمپیوٹر پر موجود ہے۔

کئی مدارس میں ٹیکنیکل ایجوکیشن بھی بڑی حد تک ہے۔ 8 ہزاری مدرسہ بھارت بلکہ پورے برعظیم میں دوسرا بڑا مدرسہ ہے، دیوبند سے 7 سال بعد قائم ہوا، اس کی صد سالہ سالگرہ ابھی منائی جانے والی ہے۔ اس میں ٹیکنیکل ایجوکیشن کا پورا انتظام ہے۔ ٹیکنیکل سے مراد محض جلد بندی نہیں ہے بلکہ باقاعدہ ان کو جدید ٹیکنیکل مضامین کی تعلیم دی جاتی ہے۔ پوٹھیاں مدرسہ جو 1937ء میں قائم ہوا اس میں بھی ٹیکنیکل تعلیم دی جاتی ہے۔ پوٹھیاں مدرسے میں، میں نے دیکھا کہ تقریباً 50 فی صد طالب علم ایسے تھے جو فاضل / گریجویٹ ہونے کے بعد کسی بھی ہسپتال میں جا کر میڈیکل پریکٹیشنر کے طور پر کام کر سکتے ہیں۔ ہر شخص کو انجکشن لگانا آتا تھا، مرغیوں کو بھی اور انسانوں کو بھی۔ ہر شخص بنیادی طبی کورس کر چکا ہوتا ہے۔

اے زیڈ ایم شمس العالم صاحب جو العرفہ اسلامی بنک کے چیئرمین ہیں، انہوں نے مجھے بتایا کہ دو سال پہلے انہوں نے قومی مدرسوں سے درس نظامی کے فارغ گریجوایٹس کو اپنے بنک میں آفیسر کے طور پر ملازمت میں لیا۔ اس وقت ان کے بنک میں 60 افسر ہیں جن کے پاس کوئی انگریزی کی تعلیم نہیں تھی۔ انہوں نے کسی کالج یا یونیورسٹی سے بی کام یا ایم بی اے نہیں کیا تھا، درس نظامی کے فارغ التحصیل تھے۔ انہوں نے ان 60 طالب علموں کو 6 ماہ کی ٹریننگ دی۔ میرے اس موجودہ دورے کے دوران انہوں نے مجھے ان سے ملوایا۔ ان کے مینیجنگ ڈائریکٹر کا یہ کہنا تھا کہ ان کی پیشہ وارانہ کارکردگی جدید پڑھے لکھوں سے بدرجہا بہتر تھی۔ وہاں ایک راستہ یہ بھی کھل رہا ہے اور اس پر یہاں ہمیں سوچنا چاہیے۔

عالیہ مدارس کی روایت کو دیکھنا چاہیے۔ عالیہ مدرسے میں میٹرک، ایف اے، بی اے، ایم اے ان چار سطحوں تک تعلیم دی جاتی ہے۔ اسے داخل، عالم، فاضل اور کامل کہتے ہیں۔ بنگلہ دیش کی حکومت نے داخل کو میٹرک کے اور عالم کو

انٹرمیڈیٹ کے برابر تسلیم کرلیا ہے۔ نتیجتاً عالیہ مدرسے کے 80 فیصد گریجوایٹس قومی تعلیم کے دھارے میں شامل ہو جاتے ہیں۔ یہ ڈھاکہ یونیورسٹی' چٹاگانگ یونیورسٹی اور راج شاہی یونیورسٹی میں داخلہ لے لیتے ہیں اور پھر اپنے اپنے مضامین میں ایم اے' بی اے کر لیتے ہیں۔ اس وقت بنگلہ دیش کی سول سروس' آرمی' پرائیویٹ سیکٹر میں' بینک کاری میں بہت بڑی تعداد ایسی ہے جو عالیہ مدرسوں کے گریجوایٹس ہیں۔ وہ درس نظامی کے مکمل طور پر ماہر ہیں۔ مزید یہ کہ انہوں نے ایف اے' بی اے کی سطح کے جدید مضامین بھی پڑھے ہوئے ہیں۔ اس وقت ڈھاکہ' راج شاہی' چٹاگانگ' جہانگیر نگر' ان ساری یونیورسٹیوں میں فارسی' اردو' عربی' اسلامی تاریخ' اسلامیات' ان تمام شعبوں کے 100 فی صد اساتذہ عالیہ مدرسوں کے گریجوایٹس ہیں پاکستان کی یونیورسٹیوں میں اس کا بہت کم امکان پایا جاتا ہے۔ عالیہ مدرسوں سے بہت سے نامی گرامی لوگ نکلے ہیں۔ اس وقت بنگلہ دیش کے جو چوٹی کے اہل علم و دانش ہیں' ان کی خاصی بڑی تعداد عالیہ مدارس سے نکلی ہے۔

1972-73ء میں جب شیخ مجیب الرحمٰن یہاں سے واپس آ گئے تو انہوں نے مدرسوں کے اوپر ایک وار کرنے کی کوشش کی۔ "قدرت خدا کمیشن" بٹھایا گیا' اس کمیشن کی بنیادی رپورٹ یہی تھی کہ مدرسوں کے نظام کی کوئی ضرورت نہیں ہے' ان کو ختم کر دیا جائے۔ اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ ان کا خیال تھا کہ یہ مدارس دلالوں اور رضا کاروں کے مراکز تھے اور پاکستان کی حمایت کرنے والوں کی بڑی تعداد دراصل انہی مدرسوں کے طلبہ کی تھی۔

دوسری طرف سیکولر عناصر کا خیال تھا کہ اسلام کی جڑیں اس ملک میں اس وقت تک مستحکم رہیں گی جب تک یہ مدارس رہیں گے۔ "قدرت خدا کمیشن" نے رپورٹ کے ساتھ ہی ایک سروے کیا کہ ہماری سفارشات کے بارے میں لوگوں کا ردعمل کیا ہے۔ اس سروے کے جواب دینے والوں میں یونیورسٹیوں کے پروفیسر اور مغربی تعلیم یافتہ دانشور تھے۔ ان میں سے 90 فیصد لوگوں نے یہ کہا کہ مدرسوں کو نہ چھیڑا جائے اور 95 فیصد نے یہ کہا کہ مدرسوں کو کسی نہ کسی صورت میں باقی رکھا جائے۔ اس سروے سے شیخ مجیب الرحمٰن کی آنکھیں کھل گئیں۔ انہوں نے اپنا ارادہ جو تبدیل کیا اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ انہیں معلوم تھا کہ عوام کے اندر اور خاص کر مغربی تعلیم یافتہ لوگوں کے اندر مدرسوں کے لئے کتنی خیرسگالی پائی جاتی ہے۔ کیا وجہ ہے کہ پاکستان میں مدارس کی عوام میں وہ بنیاد' وہ روابط (Linkages)' وہ ہمدردی اور خیرسگالی نہیں ہے جو بنگلہ دیش میں مدارس کی تھی کہ مغرب زدہ طبقہ بھی کھڑا ہو گیا اور انہوں نے کہا کہ آپ ان مدرسوں کو ہاتھ نہیں لگا سکتے۔

دور جحانات کا میں خاص طور پر تذکرہ کرنا چاہتا ہوں:

میر پور ڈھاکہ میں ایک مدرسہ حال ہی میں تعمیر کیا گیا ہے جس کا نام ہے "دارالارشاد مدرسہ"۔ اس مدرسے کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں صرف کالج گریجوایٹس کو داخلہ دیا جاتا ہے۔ پہلے آپ کے پاس یونیورسٹی کی بی اے کی ڈگری ہو' پھر آپ کو درس نظامی میں داخلہ دیا جائے گا۔

میر پور ڈھاکہ میں ایک اور مدرسہ دو سال سے قائم ہے' اس کا نام ہے "ڈھاکہ کیڈٹ مدرسہ"۔ اس میں عام مضامین کے لئے ذریعہ تعلیم انگریزی ہے اور اسلامی علوم کے لئے عربی' میں اس مدرسے میں گیا اور آپ یقین کیجئے کہ ان کے طلبہ ڈھاکہ یونیورسٹی کے گریجوایٹس سے بہت بہتر' بے انتہا خوبصورت انگریزی بولتے تھے' بلکہ ان کے علم کی وسعت بھی یونیورسٹی' گریجوایٹس کے مقابلے میں بہتر تھی۔ یہ مدرسہ اور اس طرح کے دو تین مدرسے عنقریب چٹاگانگ میں شروع کئے جانے والے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ اس مدرسے کا گریجوایٹ بنگلہ دیش کے چوٹی کے انگلش میڈیم اسکولوں کے گریجوایٹس کے مقابلے میں کھڑا ہو سکتا ہے۔

ایک آخری بات' میں ڈھاکہ میں تھا جب وزیر خزانہ کبریا نے اس سال کا بجٹ پیش کیا۔ اخبار پر نظر پڑی کہ بجٹ میں 5 سو کروڑ ٹکا مدارس کے لئے مختص کئے گئے ہیں۔ اس سیمینار میں ایک صاحب نے بتایا کہ حکومت پاکستان نے بہ کمال مہربانی 15 لاکھ روپے کی "خطیر" رقم پاکستانی مدارس کی تعمیر و ترقی کے لئے عطا کرنے کا فیصلہ کیا ہے!❁

(بہ شکریہ ماہنامہ "ترجمان القرآن" ستمبر 2000ء)

QURAN COLLEGE OF ARTS & SCIENCE
Registered & Recognised by the BISE Lahore

دنیوی اور دینی تعلیم کا حسین امتزاج

قرآن کالج آف آرٹس اینڈ سائنس

نگران و سرپرست : ڈاکٹر اسرار احمد

Classes:

- **FA** (Arts Group)
- **FA** (General Science)
- **I.Com** (Banking/Computer)
- **ICS** (Math+Stat+Computer Science)
- **ICS** (Math+Physics+Computer Science)
- **BA** (Ecomomics+Maths)
- **BA** (Other Combination)

داخلے جاری ہیں

- ایک مکمل تعلیمی و تربیتی پروگرام
- بنیادی دینی تعلیم کا خصوصی اہتمام
- بورڈ اور یونیورسٹی کے نصاب تعلیم کی معیاری تدریس
- آڈیو اور ویڈیو سہولتوں سے آراستہ
- لاہور کے خوبصورت اور پرسکون علاقے میں شاندار عمارت
- انتہائی محنتی اور قابل اساتذہ
- ہم نصابی سرگرمیوں میں تحریر و تقریر پر خصوصی توجہ
- مثالی نظم و ضبط
- وسیع و عریض' قابل دید' ایئر کنڈیشنڈ آڈیٹوریم
- ہاسٹل کی محدود سہولت' فرنشڈ کمرے
- کمپیوٹر ایپلیکیشنز میں Office 2000 کی لازمی اور مفت تعلیم

مزید تفصیلات کے لئے درج ذیل پتے سے پراسپکٹس طلب کیجئے

قرآن کالج ۱۹۱ اتاترک بلاک' نیو گارڈن ٹاؤن' لاہور ☎ : 5833637

کتاب نما

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عائلی زندگی

نئی کتاب کا تعارف

زیر نظر کتاب کے مؤلف "دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری" لاہور کے ریسرچ اسکالر اور فقہی و علمی تحقیقی مجلے' سہ ماہی "منہاج" کے مدیر مسئول حافظ محمد سعد اللہ کی تالیف ہے۔ سیرت طیبہ پر موصوف کی دو تالیفات "غریبوں کے والی" اور "وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والے" قبل ازیں قومی سیرت ایوارڈ کی مستحق قرار پا چکی ہیں' اور زیر کتاب کو بھی اس ایوارڈ سے نوازا گیا ہے۔

کتاب کا موضوع ایسا ہے جس پر بعض مستشرقین کی خاص "نظر کرم" رہتی ہے اور وہ تعصب کی وجہ سے رسول کریم ﷺ پر سب سے زیادہ تنقیدی کرم نوازی آپ کی ازدواجی زندگی اور بالخصوص کثرت ازواج پر کرتے ہیں۔ حافظ صاحب نے ان کے تنقیدی اعتراضات سے زیادہ اس امر کو ملحوظ رکھا ہے کہ حضور ﷺ کی عائلی زندگی پر زیادہ سے زیادہ ناقابل تردید حقائق یکجا کر دیے جائیں۔ "پیش لفظ" میں خود لکھتے ہیں: "ازدواجی تعلقات' گھریلو معاملات اور بال بچوں کے مسائل انسانی زندگی کا بڑا نازک اور خاصا مشکل اور صبر آزما شعبہ ہے۔ نبی رحمت کی بعثت سے قبل بزعم خویش بعض خدا پرست لوگ ان عائلی اور گھریلو مسائل کی نزاکت اور سنگینی سے گھبرا کر تارک الدنیا (راہب) بن جاتے تھے' کیونکہ ان کے نزدیک بیک وقت نفسانی اور روحانی تقاضوں کو پورا کرنا آسان نہیں تھا۔ ہادیٔ عالم نے ایک کامل و اکمل رسول ﷺ کی حیثیت سے انسان کی اس مشکل کو عملی طور پر آسان کر کے دکھایا اور شبانہ روز ذکر و عبادت' تسبیح و تہلیل' دعا و مناجات' تعلیم و تدریس اور تبلیغ و دعوت کے علاوہ جہادی' سماجی' حکومتی' سیاسی' معاشرتی مصروفیات اور منصب نبوت کے جملہ تقاضوں کی تکمیل کے ساتھ ساتھ قابل رشک پُر مسرت' پُر امن اور محبت بھری عائلی زندگی کی شاندار ہی نہیں' بلکہ لاجواب مثال قائم فرمائی۔

"اس مثالی نمونے کو سامنے رکھ کر ہم آج بھی نازک ترین عائلی اور گھریلو مسائل کو حل کر سکتے ہیں اور اپنے گھروں کو' جو مغرب کی نقالی' تکلف و تصنع' نمود و نمائش' باہمی بداعتمادی' آئے دن میاں بیوی کے جھگڑوں' اولاد کی گستاخیوں' نافرمانیوں اور صبح و شام کے دنگا فساد کی بے برکتی سے جہنم کدے بن چکے ہیں' امن و سکون' مہر و وفا' خیر خواہی و ہمدردی اور خیر و برکت کا گہوارہ بن سکتے ہیں۔

"سیرت نبوی کا یہ گوشہ جہاں بڑا ایمان افروز' روح پرور اور سبق آموز ہے۔ وہاں اس کا یکجا ملنا بھی بہت مشکل ہے۔ یہ اہم مگر دلچسپ موضوع سیرت کی کتابوں سے کہیں زیادہ حدیث کی کتابوں میں بکھرا ہوا ہے۔ راقم کی ناقص معلومات کے مطابق اس موضوع پر عربی اور اردو زبان میں کوئی قابل ذکر اور مستقل کتاب منظر عام پر نہیں آئی۔ جامعہ ازہر کے استاد ڈاکٹر احمد شلبی کا کوئی پچاس ساٹھ صفحات پر مشتمل کتابچہ "الرسول فی بیت" نظر سے گزرا ہے' مگر اس میں بھی حضور ﷺ کے عائلی اسوہ کا ذکر کم اور ازواج مطہرات اور اولادِ نبوی کا سوانحی تذکرہ زیادہ ہے۔ دوسرے اس میں کہیں باقاعدہ حوالہ دینے کی زحمت نہیں فرمائی گئی"۔

چنانچہ اس ضرورت کے پیش نظر حافظ صاحب نے نبی کریم کی عائلی و خانگی زندگی کے حوالے سے مفسرین' محدثین' مورخین اور سیرت نگاروں کی تصانیف اور احادیث وسنن کے خزینوں سے استفادہ کر کے یہ کتاب مرتب کی ہے۔ انہوں نے 108 مآخذ و مراجع کی جو فہرست کتاب کے آخر میں درج کی ہے' اس میں ایک اہم کتاب "اہل بیت" کا نام شامل ہونا چاہیے۔ شاید حافظ صاحب کی نظر سے یہ کتاب نہیں گزری' ورنہ آنحضور ﷺ کی عائلی زندگی پر بھی خاصا مدلل مواد فراہم کرتی ہے اور اس میں حضور ﷺ کی ازواج مطہرات اور اولادِ نبوی کے سوانحی تذکرے بھی قدرے تفصیل سے درج ہیں۔ مذکورہ کتاب انگریزی میں ایس ایم مدنی عباسی نے تحریر کی اور انٹرنیشنل اسلامک پبلشرز لمیٹڈ نے شائع کی۔ اس کا اردو ترجمہ "اہل بیت" کے عنوان سے مرزا رشید احمد حاجی نے شائع کیا۔

حافظ صاحب نے حق تالیف حسن و خوبی سے انجام دیتے ہوئے حاصل شدہ معلومات و حقائق کو چھ ابواب میں تقسیم و مرتب کیا ہے۔ پہلے باب میں ازدواج اور نکاح کی ضرورت و اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے حضرت آدمؑ سے لے کر دوسرے انبیائے کرام تک' اور بالخصوص آخری نبی' آنحضور ﷺ کی ازدواجی و عائلی زندگی پر سرسری نظر ڈالی ہے۔ باب دوم میں آنحضور ﷺ کی ازواج مطہرات کی تعداد کے مسئلے پر تفصیل سے گفتگو کی ہے اور مستشرقین کے اعتراضات کا رد کیا ہے۔ باب سوم میں حضور ﷺ کے گھریلو زندگی کے نظم ونسق پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ آخری تین ابواب میں بے مثال شوہر' بے مثال باپ اور بے مثال آقا کی حیثیت سے آنحضور ﷺ کی رتبۂ عالی کی مثالیں پیش کی گئی ہیں۔

یہ کتاب بلاشبہ اپنے متن کے لحاظ سے ایوارڈ حاصل کرنے کی مستحق تھی' لیکن افسوس کہ اس کے ناشر (برائٹ بکس' اقراء سنٹر' غزنی سٹریٹ' اردو بازار' لاہور) متن کے شایان شان طباعت کا اعلیٰ معیار قائم نہ کر سکے جیسا کہ وہ اپنی دوسری مطبوعات مثلاً "سید الوریٰ" کی پیشکش میں حاصل کر چکے ہیں۔ امید ہے کہ آئندہ ایڈیشن میں اس خامی کا ازالہ کیا جائے گا۔ (تبصرہ نگار: سید قاسم محمود)

چیونٹی

مشہور ہے کہ جب چیونٹی کے انڈے سے بچہ نکلتا ہے تو بحیثیت ماں وہ دو باتیں اپنے بچے کے ذہن میں بٹھا دیتی ہے' ایک باہمی اتفاق اور دوسرے سمت کی پہچان۔ یہی وجہ ہے کہ چیونٹی کا بچہ جہاں بھی چلا جائے گھر کا راستہ نہیں بھولتا حتیٰ کہ آندھی اور طوفان بھی اسے گھر جانے سے نہیں روک پاتے' وہ جب تک زندہ رہتا ہے دانہ اٹھائے گھر کی سمت سفر جاری رکھتا ہے۔

(مرسلہ: اعجاز احمد' فیصل آباد)

حسن انتخاب — مرسلہ: نعیم اختر عدنان

عقیدہ توحید کا اثر اجتماعی زندگی پر

"جب تک معبود کی وحدت کو تسلیم نہ کیا جائے اور تمام انسانی نسل کو برابر نہ سمجھا جائے اس وقت تک انسانی معاشرہ عدل و انصاف کے تصور کو نہیں پا سکتا۔ آج کے جدید دور میں جب کہ سائنس نے بے اندازہ ترقی کر لی ہے دنیا کی تمام اقوام قوم پرستی اور وطن پرستی جیسی لعنت سے آزاد نہیں ہو سکیں۔ وطن پرستی کے جدید تصور کے نظریہ کا یہ عالم ہے کہ اس کی رو سے انسان کو ہر حال میں اپنے وطن کا ساتھ دینا چاہیے خواہ یہ حق پر ہو یا باطل پر۔ یہ قوم پرستی اور وطن پرستی کا تصور بھی درحقیقت شرک کی ایک صورت ہے۔ اس قوم پرستی اور وطن پرستی کی لعنت کے سبب دنیا میں ہولناک اور بھیانک جنگیں ہو چکی ہیں اور اسی تصور کی بدولت آج کی دنیا خطرات سے دوچار ہے۔"

(بحوالہ اسلامیات لازمی۔ تحریر منزہ خانم' علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد۔ ص 21)

بانی تنظیم اسلامی جناب ڈاکٹر اسرار احمد کا دورۂ بنگلہ دیش

11 مئی 2003ء کو سابق امیر و بانیٔ تنظیم اسلامی کا بنگلہ دیش میں ورود باسعادت ہوا۔ سیرت النبیؐ کے سلسلہ میں یہاں کے لوگوں کی دعوت پر آپ جناب ڈاکٹر عبدالخالق صاحب کے ہمراہ بنگلہ دیش میں تشریف لائے اور مختلف جگہوں میں سیرت پر تقریریں کیں۔ لوگوں نے ایک نئے نقطہ نگاہ سے سیرت النبیؐ کا تعارف حاصل کیا اور ان کی ایمان افروز گفتگو سے محظوظ ہوئے۔ سیرت کی محفلوں میں عموماً نبی ﷺ کے معجزات کا تذکرہ ہوتا ہے۔ جنگوں کا ذکر آتا ہے۔ جنگ دراصل کسی اعلیٰ اقدار کو عملی جامہ پہنانے کے لئے نبی اکرم ﷺ نے لڑی تھی اس کا ذکر خال خال بیان میں آتا ہے۔ اور بعثتِ محمدیؐ کا اصل مقصد ﴿لیظھرہ علی الدین کلہ﴾ کا اجمالی بیان بھی ان جلسوں میں نہیں ہوتا۔ طائف کے دلخراش خوں چکاں سفر میں آنجناب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لہولہان ہونے کا واقعہ تو آبدیدہ ہو کر واعظ صاحبان بیان فرماتے رہتے ہیں مگر کس دعوت کو پیش کرنے کے لئے آپؐ وہاں تشریف لے گئے تھے، بھولے سے بھی اس کا تذکرہ نہیں ہوتا۔ سننے والے بھی جذبات سے مغلوب ہو کر روتے ہیں لیکن اپنے اندر دین کی خاطر خون بہانے کی تاکید نہیں پاتے۔ اس لئے کہ واعظ صاحبان کے بیانوں میں اس کا کوئی نشان نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی اس طرف توجہ دلائی جاتی ہے۔ اللہ کا شکر ہے جناب ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ العالی کے خطاب میں یہ فراموش شدہ گوشے اجاگر ہو کر سامنے آئے۔ اور حاضرین نے دعوتِ دین کی اصل بنیاد کیا ہے، کا علم حاصل کیا۔ جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے اپنے خطابات کے پہلے دن ختمِ نبوت پر معقول و منقول دونوں پہلوؤں سے بیان فرمایا۔ مختلف مدارس دینی کے طلبہ اور مدرسین و محدثین نے بھی ان کی تقاریر سماعت فرمائیں۔ ختم نبوت پر جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کا دل پذیر بیان سن کر انہوں نے رائے ظاہر کی کہ پہلی دفعہ منقول روایات سے ختم نبوت کا مسئلہ دل نشین ہوا ہے۔ منقول روایات کے ساتھ معقول پہلو بھی ہمارے سامنے آ گیا ہے جس سے موجودہ زمانہ حاضر میں لوگوں کے ذہن صاف ہو جائیں گے۔ افسوس کہ ہم کو جناب ڈاکٹر صاحب کے دورۂ بنگلہ دیش کی اطلاع پہلے نہیں ملی تھی۔ جس کی وجہ سے دو اہم مدارس میں ان کا پروگرام سیٹ نہ کر سکے۔ جنہوں نے ان کو دعوت دی تھی انہوں نے اپنے صوابدید پر پہلے ہی سے پروگرام متعین کر لئے تھے۔ تاہم جناب ڈاکٹر صاحب کے آرام کے اوقات میں خلل ڈال کر مختلف جگہوں میں طے شدہ پروگرام کے علاوہ مزید خطابات کا بندوبست کیا گیا اور زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کی کوشش کی گئی۔ اس سلسلے میں جناب ڈاکٹر عبدالواحد صاحب کا تہہ دل سے شکرگزار ہوں۔ انہوں نے اپنے تئیں مختلف اداروں میں ڈاکٹر اسرار احمد کے خصوصی خطاب کا عجلی بندوبست کر دیا۔ اور اس طرح افادہ اور استفادہ کا دائرہ ایک حد تک وسیع ہو گیا۔ بھائی ڈاکٹر عبدالواحد صاحب یہاں کی اقبال اکیڈمی کے سرگرم کارکن ہیں اور خیالاتِ اقبال کو عام کرنے میں کمربستہ ہیں۔ ہماری خوش قسمتی کہہ لیجئے کہ ہمارا کوئی ''قومی شاعر'' نہیں ہے۔ رہے نذر الاسلام قاضی وہ اٹھے تو تھے ایک مسلم شاعر کی طرح لیکن علم و عمل کے فقدان اور نیرنگیٔ طبع کی وجہ سے آخرکار وہ ہندوؤں کے ترانے الاپنے لگے۔ اور مسلم سوسائٹی سے کٹ کر ہندو گھرانوں میں شادی رچا کے ان سے مل گئے۔ اور اپنی مسلم شخصیت پر پانی پھیر دیا۔ اقبال اگرچہ مسلمانوں کا ''قومی شاعر'' ہیں یا یوں کہہ لیجئے کہ امت مسلمہ کا ''مشترکہ ورثہ'' ہیں تاہم زبان کے فرق نے آپ کو ہم سے دور رکھا۔ براہ راست ہماری ذہنیت پر اقبال کا اثر رونما نہ ہو سکا۔ جناب ڈاکٹر عبدالواحد صاحب نے بنگلہ زبان میں تخیلاتِ اقبال کو پھیلانے میں اپنی توجہ مبذول کی ہے اور کافی حد تک کامیاب بھی ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ان کو مزید آگے بڑھنے کی توفیق عطا کرے۔ آمین!

اقبال اکیڈمی کے صدر سے بھی جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی طویل ملاقات رہی۔ انہوں نے ڈاکٹر صاحب کی تصنیف ''اقبال اور ہم'' کا ترجمہ بنگلہ زبان میں اپنے خرچے پر چھاپنے کا ارادہ فرمایا۔ اور ''دعوت الی القرآن'' کتاب کا ترجمہ بھی چھاپنے کا وعدہ فرمایا۔ اللہ ان کو کارِ خیر کی مزید توفیق عنایت کرے۔

جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے جناب ڈاکٹر عبدالخالق کے ہمراہ 14 مئی کو یہاں بنگلہ دیش کے تنظیم الاسلامی کے مرکزی دفتر کا معائنہ فرمایا اور اس حقیر کی ہمت افزائی کی۔ ترجمہ شدہ کتابیں جو چھپ چکی ہیں اور دیگر مسودات ملاحظہ فرمائے اور عزت افزائی کے طور پر اپنے گھر کے پکائے ہوئے ماکولات تناول فرمائے۔ میرے بچوں کے لئے دعا فرمائی۔ یہاں کا دفترِ تنظیم قابل ذکر نہیں ہے ابھی ابھی وجود میں آیا ہے۔ ساتھ ہی تنظیم القرآن اکیڈمی کے دو کمرے بھی بن گئے ہیں۔ میں نے ایک نجی صحبت میں ڈاکٹر اسرار احمد سے میرے یہاں کی سرگرمی حسب دل خواہ نہ ہونے پر معذرت کی۔ انہوں نے مجھے دلاسا دیا۔ اور اللہ پر بھروسہ کر کے کام کئے جانے کی ہدایت فرمائی۔ بانی تنظیم کی ہمت افزائی پر میرے جذبہ کار کو تقویت ملی۔ اللہ تعالیٰ مجھے ان کی ہدایات پر چلنے کی توفیق دے۔ آمین!

(رپورٹ: محمد ثمیر الدین، بنگلہ دیش)

* * *

تنظیم اسلامی ہارون آباد کے زیر اہتمام شب بسری

یہ پروگرام نثار احمد شفیق کے اسرہ ابوبکر صدیقؓ نے مسجد جامع القرآن و قرآن اکیڈمی ہارون آباد میں 4 مئی بروز بدھ کو منعقد کروایا۔ اس پروگرام کا آغاز بدھ کو بعد نماز عصر ہوا۔ عصر کی نماز کے بعد جناب حکیم منظور احمد صاحب نے سورۃ التغابن کی روشنی میں درسِ قرآن دیا۔ اس کے بعد مغرب کی نماز ادا کی گئی۔ بعد از نماز مغرب جناب محمد طارق صاحب نے تجوید کی کلاس لی۔ یہ کلاس معمول کے مطابق روزانہ مغرب کے بعد مسجد میں ہوتی ہے۔ جس میں نمازی حضرات کافی دلچسپی کا اظہار کر رہے ہیں۔ اور گھروں سے کاپی پین کا اہتمام بھی کر کے آتے ہیں۔ بعد نماز عشاء امیر حلقہ جناب منیر احمد صاحب نے درس قرآن دیا۔ محمد منیر صاحب کا یہ درس قرآن معمول کے مطابق ہر بدھ بعد از نماز عشاء مسجد میں ہی ہوتا ہے، لہٰذا سلسلہ وار چلتے ہوئے اس دفعہ آپ نے سورۃ النحل کے دوسرے رکوع کی روشنی میں درس قرآن دیا۔ اس کے بعد کھانے کا وقفہ دیا گیا اور پھر تمام احباب و رفقاء کو آرام کرنے کی اجازت دی گئی۔

صبح فجر کی نماز سے ذرا پہلے جگایا گیا اور پھر تمام احباب و رفقاء نے ایک دائرے میں بیٹھ کر ایک دوسرے کو مسنون دعائیں، دعائے قنوت اور نماز جنازہ وغیرہ دہرائی۔

بعد از نماز فجر جناب نثار احمد شفیق صاحب نے منافقین کے کردار پر روشنی ڈالتے ہوئے ایک مفصل درس قرآن دیا اس کے ساتھ ہی پروگرام اپنے اختتام کو پہنچا۔ اور تمام رفقاء کو واپس لوٹنے کی اجازت دی گئی۔ (رپورٹ: وقار اشرف)

تنظیم اسلامی حلقہ گوجرانوالہ کا دو روزہ دعوتی و تربیتی پروگرام

تنظیم اسلامی حلقہ گوجرانوالہ کے تحت سیالکوٹ شہر مسجد فاطمہ میں دو روزہ دعوتی و تربیتی پروگرام ہوا۔ پروگرام کا آغاز قرآن حکیم کی تلاوت سے ہوا۔ یہ شرف مبتدی رفیق گوجرانوالہ شہر حافظ عتیق الرحمٰن نے حاصل کیا۔

ترتیب کے لحاظ سے پہلا لیکچر بھائی عبداللہ نور، جو حال ہی میں ابوظہبی سے واپس آئے ہیں، انہوں نے فرائض دینی کا جامع تصور پر نہایت سادہ اور سہل زبان کے اندر عام مروجہ اصطلاحات کے ساتھ ساتھ دینی اصطلاحات کا استعمال کرتے ہوں رفقاء اور احباب کو دینی ذمہ داری سے آگاہ کیا۔

نماز مغرب کے اس سلسلے کا دوسرا پروگرام نبی اکرم ﷺ سے ہمارے تعلق کی بنیادیں تھا۔ ناظم دعوت و تربیت محترم خادم حسین صاحب نے سورۃ الاعراف کی آیت مبارکہ کی روشنی میں نبی اکرم ﷺ سے ہمارے تعلق کی بنیادوں کو واضح کیا۔

31 مئی کا یہ آخری پروگرام تھا۔ نماز عشاء اور کھانے کے بعد رات کا قیام ہوا۔

یکم جون بعد از نماز فجر درسِ حدیث اُسرہ بھالیہ کے ملتزم رفیق اور جامع مسجد مہاجرین کے خطیب مولانا حافظ قاری عنایت اللہ صاحب کے ذمہ تھا۔ مولانا صاحب نے احیاء ایمان کے موضوع پر درس حدیث دیا۔ درس حدیث کے بعد گجرات کے ملتزم رفیق بھائی عبدالرؤف نے تجوید القرآن کا ٹیسٹ لیا یہ جان کر اطمینان ہوا کہ رفقاء تجوید سیکھ رہے ہیں اور رزلٹ کافی اچھا تھا۔

ناشتہ کے بعد بانی و مؤسس تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے بیان پر مشتمل ایک ویڈیو CD دکھائی گئی' جس کا عنوان راہ نجات تھا۔ یہ امریکہ شکاگو والا پروگرام تھا۔ یہ پروگرام 10 بجے تک جاری رہا۔

آرام کے وقفے کے بعد محترم خادم حسین نے غلبہ دین کا نبوی طریقہ پر گفتگو فرمائی اور اس فکر کو تازہ کیا۔ اس تربیتی پروگرام کا آخری حصہ ناظم اعلیٰ محترم اظہر بختیار خلجی صاحب سے ملاقات تھی۔ محترم ناظم اعلیٰ نے تفصیل سے اپنا تعارف کروایا۔ تنظیم اسلامی میں آنے کی وجوہات اور واقعات بیان کئے۔

رفقاء کو احساس دلایا کہ یہ ذمہ داری اب ہم پر ہے اور فکر ہماری قرآن و حدیث کے مطابق ہے لہٰذا ہمیں چاہئے کہ اپنی دنیا کو سکیڑیں اور تن' من' دھن' دین کی سربلندی اور اخروی کامیابی کے لئے لگا دیں۔ پروگرام کا اختتام نماز اور ظہرانے پر ہوا۔ دعا ہے کہ اللہ ہمارے وقت جان و مال کو قبول فرمائیں اور نفاق سے بچائیں۔ آمین!

(رپورٹ: شاہد رضا)

حلقہ سندھ زیریں کراچی کی ماہانہ شب بسری

شب بسری کے پروگرام کا آغاز حسب معمول 18 مئی بروز ہفتہ رات 9:30 بجے بعد نماز عشاء ہوا۔ محترم اعجاز لطیف صاحب نے مولانا امین احسن اصلاحیؒ کی کتاب ''دعوت دین اور اس کے طریق کار'' کا مطالعہ مذاکراتی انداز میں کرایا۔ شرکاء نے دلچسپی سے سنا۔ اس پروگرام کے بعد شرکاء کو آرام اور سونے کا موقع دیا۔

صبح پونے چار بجے رفقاء کو جگا دیا گیا۔ ساتھیوں نے انفرادی طور پر نماز تہجد ادا کی اور قرآن پاک کی تلاوت بھی کی۔ نماز فجر کے بعد محترم شجاع الدین شیخ صاحب نے درس حدیث دیا۔ جس کے بعد صبح کے بقیہ پروگراموں کا اعلان کیا گیا۔ صبح ساڑھے سات بجے تمام شرکاء کی سادے ناشتے سے تواضع کی گئی اور ٹھیک آٹھ بجے صبح تذکیر بالقرآن کے موضوع پر محترم سراج احمد نے سورۃ جمعہ کے دوسرے رکوع کے ذریعے تذکیر بالقرآن کی جو تقریباً چالیس منٹ جاری رہا۔ اس کے بعد محترم اختر ندیم صاحب نے حالات حاضرہ کے عنوان سے نہایت ہی چشم کشا گفتگو کی اور عراق کے سقوط کے فوراً بعد سعودی عرب اور مراکش میں ہونے والے خودکش حملوں اور امریکی ذرائع ابلاغ کی منصوبہ بند جادوگری کو آشکارا کیا اور اس کے اغراض و مقاصد پر روشنی ڈالی۔

پروگرام کا تیسرا حصہ انجینئر نوید احمد صاحب کا منتخب نصاب' حصہ چہارم کا درس اوّل سورۃ الحج کی آیات 73-78 پر مشتمل تھا۔ نوید احمد صاحب نے اپنے مخصوص انداز میں اس حصہ قرآن سے کل نوع انسانی کے لئے دعوت ایمان، توحید باری تعالیٰ، رسالت، آخرت اور اہل ایمان کے لئے دعوت عمل جیسے موضوعات کو واضح کیا۔ شب بسری کا آخری پروگرام رفقاء سے امیر حلقہ کی گفتگو ہوتی ہے لیکن امیر حلقہ محترم محمد نسیم الدین کی طبیعت چونکہ ہفتہ کی شام کو خراب ہو گئی تھی' لہٰذا انجینئر نوید احمد صاحب نے بحیثیت ناظم حلقہ اختتامی گفتگو کی اور بعد دعا یہ پروگرام ختم ہوا۔

حاضری تقریباً ڈیڑھ' پونے دو سو افراد کی تھی۔ شب بسری کی میزبانی کا شرف تنظیم اسلامی کراچی وسطی نے حاصل کیا اور معلن کے فرائض وسطی کے رفیق جناب نصیب خاں صاحب نے انجام دیئے۔

(رپورٹ: سید اشفاق حسین)

تنظیم اسلامی لاہور چھاؤنی کے زیرِ اہتمام جلسۂ سیرت النبیؐ

تنظیم اسلامی لاہور چھاؤنی کے زیر انتظام جامع خدام القرآن والٹن اکیڈمی روڈ پر مورخہ 25-05-03 بروز اتوار بعد نماز مغرب ماہ ربیع الاول کی مناسبت سے جلسۂ سیرت النبی ﷺ کا انعقاد کیا گیا۔ اس جلسہ سے جس میں رفقاء و احباب کی ایک کثیر تعداد نے شرکت کی جناب محمد مبشر صاحب نے ایمان افروز خطاب فرمایا۔ جلسہ کے آغاز میں جناب اللہ بخش صاحب نے بطور اسٹیج سیکرٹری و قائم مقام امیر تنظیم اسلامی لاہور چھاؤنی ماہ مبارک ربیع الاوّل کی اہمیت اور حضور اکرم ﷺ کی سیرت مطہرہ کے عملی پہلو یعنی آپؐ کے مشن میں لگ جانے پر روشنی ڈالی۔ بعد ازاں جناب محمد مبشر رفیق تنظیم نے سیرت طیبہ ﷺ کا ایک اجمالی خاکہ پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ سیرت مطہرہ ﷺ کے تمام واقعات آپ نے بارہا سنے بھی ہوں گے اور پڑھے بھی ہوں گے لیکن ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم بحیثیت امتی رسول ﷺ خود کو اتباع رسول کا پابند بنا لیں اسی میں ہماری آخروی کامیابی اور اللہ کی رضا کا حصول مضمر ہے۔

جناب مبشر صاحب نے حاضرین مجلس کو سورۃ الاعراف کی آیت نمبر 157 کی روشنی میں ایک امتی پر حضور اکرم ﷺ کے جو حقوق عائد ہوتے ہیں' کو بڑی جامعیت کے ساتھ واضح کیا۔

(مرتب: قرۃ العین)

Freedom comes with a heavy price tag. Under British occupation, Benjamin Franklin observed in 1755 that those "who would give up essential liberty to purchase a little temporary safety deserve neither liberty nor safety." You don't abandon the rule of law, principles of justice and hard won independence simply because America is angry. Pakistan is strong enough at least to handle its internal affairs within the precious boundaries of the law and the abandoned Constitution. If new rules are needed for dignified interaction with the super-power or detention and extradition of suspects, then by all means establish new rules. But you don't leave your self at the mercy of American will without any policy and principles. Of what use is our assistance in the "war on terrorism" if it puts our very freedoms and independence at stake. Our assistance should not become cooperation for occupation. If we are not defending our freedom, then we are just blowing stale smoke rings of hypocrisy when we raise our hand and pledge to defend sovereignty and independence of the "Islamic" Republic of Pakistan.

End Notes:

1. "Two al-Qaeda suspects arrested in City," *The Nation*, Pakistan, Front Page, June 13, 2003. See: http://www.nation.com.pk/daily/June-2003/13/main/top13.asp
2. Absar Alam, "$4b US assistance likely," *The Nation*, Pakistan, Front Page, June 13, 2003. http://www.nation.com.pk/daily/June-2003/13/main/top3.asp
3. *Policy Analysis*, No 436, May 8, 2002.

ضرورت رشتہ

☆ مغل فیملی سے تعلق رکھنے والے گزیٹڈ گورنمنٹ آفیسر کی صوم و صلوٰۃ اور پردہ کی پابند گریجویٹ بیٹی' عمر 22 سال' دراز قامت پانچ فٹ سات انچ' سلم اینڈ سمارٹ' رنگت انتہائی سفید' کے لئے دینی مزاج کے حامل ہم پلہ لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

☆ ☆ ☆

برائے رابطہ: م۔ط۔ معرفت عبداللہ شاہین وائس پرنسپل گورنمنٹ کالج حافظ آباد۔ فون 0438-521665

☆ ارائیں برادری سے تعلق رکھنے والے گریڈ 19 کے ایک سرکاری ملازم کو شرعی پردے پر کاربند اپنی 22 سالہ ایم اے پاس لڑکی کے لئے دینی مزاج کے حامل لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی کوئی قید نہیں۔

برائے رابطہ: الصفہ' عظمیٰ بلڈنگ' 19۔ اے ایبٹ روڈ' لاہور فون: 6307269

View Point

Abid Ullah Jan
(E-mail: abidjan@tanzeem.org)

Consolidating Occupation.

Note the difference. The news used to be: "FBI officials were also accompanying the raiding party." The news to day is: "Officials of Pakistan secret agencies were also accompanying their FBI counterparts."[1]

This is how invisible occupations work for the empire, without going to war, without going around the UN Security Council, without provoking millions in protests around the world and without going through the post-war mess. Just have a Karazi like figure, run the country and that figure head will "also accompany" the US team in running the country.

Those who still doubt that Pakistan is as occupied as Afghanistan and Iraq, must read another story on the front page of the same issue of the Nation to see how funds are now being showered on the same dictator with whom the US could not do "business as usual." Now that he moved from the status of a "dictator" to "viceroy" another kind of business unusual is unveiling before our eyes. Interestingly, a rare $ 4 billion package of financial assistance is likely to be negotiated with him during his forthcoming visit to Washington.[2]

Literal meaning of occupation is taking or maintaining possession of a country by military conquest. However, the line between independence and occupation is getting finer with each passing day in the 21st century. The cost of weakness is now an occupation without a military conquest. Pakistan has, unfortunately, become the first victim of this new kind of occupation -- a model of "failed state" perfectly controlled from outside with curtailed sovereignty and limited freedoms.

Despite our government's wholehearted sacrifice of all principles of justice and norms of independent states, American analysts, such as Leon T. Hadar of Cato Institute, consider Pakistan "with its dictatorship and failed economy" a "reluctant Partner" and a "potential long term adversary."[3] Therefore, occupation is a must and here we are: fully occupied. Like any other occupied territory, dictatorship is in full swing in Pakistan. Hundreds of people, pointed out by the intelligence of occupation forces, are rounded up on daily basis and our agencies simply "accompany them," might be only as interpreters.

Illegal detentions and extraditions are on the rise. More than a dozen non-government organisations with any link to Muslim countries, or Arabic words in its names, have been closed down. Newspapers report that guns and "computers have been recovered" from these organisations, as if computers have suddenly become illegal commodities. Hundreds of additional FBI and CIA agents are on their way to Pakistan to join the thousands of foreign agents who are already spying on occupied people.

There are no signs of independence at all. We cannot prepare our budgets without an approval from international lending agencies. We cannot conduct any investigation without assistance of FBI agents. Our agencies cannot operate any longer, except in coordination with FBI. Until last year, we had to detain every person from the Middle East as a potential terrorist and it was up to the US agencies to decide their fate. Now, the US agents lead our agencies into the arrest of anyone on their list. The morbid dread of Al-Qaeda is being used to crackdown on religion and to further reduce our freedoms as citizens of an independent state. There is no open discussion on any aspect of the ever-intensifying occupation. We have accepted it as a daily routine.

We are ensuring American "strategic interests" in everything we do, from implementation of American directions on religious institutions to spying on citizens and banning everything that may promote the spiritual message of Islam. The government officials work round the clock to ensure interpretation of Pakistan's occupation as crisis management. It is rather becoming a cause of the future crisis.

Al-Qaeda's threat has been blown out of proportions to intensify occupation in what a senior British diplomat Robert Cooper calls failed states in the post-modern era. Full text of Cooper's essay appeared in the *Observer* on April 07, 2002. Main characteristics of such occupations described by Cooper are: the breaking down of the distinction between domestic and foreign affairs of the occupied states; "mutual" interference in domestic affairs and "mutual" surveillance (the word "mutual" is used to deceive the weak as Pakistan cannot even imagine interference in domestic affairs of the US, let alone surveillance); and the growing irrelevance of borders when comes to safeguarding interest of the strong.

In 21st century occupations, there are no security threats in the traditional sense; that is to say, the powerful do not consider invading the weak. Going to war is rather a sign of policy failure. Mr. Cooper elaborates: "The challenge to the post-modern world is to get used to the idea of double standards. Among ourselves, we operate on the basis of laws and open cooperative security. But when dealing with more old-fashioned kinds of states outside the post-modern continent of Europe, we need to revert to the rougher methods of an earlier era - force, pre-emptive attack, deception, whatever is necessary to deal with those who still live in the nineteenth century world of every state for itself. Among ourselves, we keep the law but when we are operating in the jungle, we must also use the laws of the jungle."

So the laws of jungle are being applied in occupied states like Pakistan and Afghanistan. This new form of occupation is acceptable to a world of human rights and cosmopolitan values. In the western eyes it is an occupation that "aims to bring order and organisation but which rests today on the voluntary principle or people like Musharraf coming forward and offering services. If there were no Musharrafs and Mubaraks, it is not just soldiers that come from the international community; it is police, judges, prison officers, central bankers and others. Kosova is an example where elections are organised and monitored by the Organisation for Security and Cooperation in Europe (OSCE). Local police are financed and trained by the UN. As auxiliaries to this effort - in many areas indispensable to it - are over a hundred NGOs.

We must debate and resist occupation of Pakistan under the pretext of dismantling Al-Qaeda's network. What kind of a clearinghouse Osama has created for terrorist adventures that is so hard to dismantle? It seems Al-Qaeda and Osama have become the one-size-fits-all scapegoat for every action that all the world's aggrieved peoples take against America. And we might be tempted to believe this, if it weren't for the fact that some of America's own citizens, such as Timothy McVeigh and Theodore Kaczynski, have proved that one need not be a Muslim to perform such acts of terror.

Vol:12 Regd. No.LRL-50 No.22

Weekly *Nida-e-Khilafat* Lahore

View Point

Abid Ullah Jan
(E-mail: abidjan@tanzeem.org)

Dealing Occupation

The solution is to the on going non-military occupation of countries such as Pakistan is to search for a non-violent form of conflict, separation between genuine points of difference and simplistic and superficial fears and accusations, embarking on a historic dialogue to guarantee a positive interaction that stops the undue intervention in the internal and external affairs of Pakistan out of a fear of confrontation collision between the Muslims and the West.

It is time to call an end to the destructive infringement of Pakistan's sovereignty -- a permanent break from the Western interference that would give us time to regain our energy, concentrate on putting our house in order, and seriously consider ways to build on our strengths. Supporting a dictator only to safeguard pro-US policies, no matter how these may destabilise the country and repress the nation, would have far destructive consequences in the long-term than allowing people to govern themselves with their own representatives, working under their own set of rules and regulations. Should we succeed in achieving such a break from the invisible occupation by the "international community" and exploit it in the manner outlined, that in itself would be a great achievement for the West in winning our hearts and minds.

How can this break come about? Who will negotiate it, and what will the agenda be? What is the desirable outcome? What we need here is a joint negotiated effort by Islamic scholars, the un-sold leaders and journalists for chalking out a way to assert a common Islamic identity (socio-politically) and the concept of an Islamic entity (institutionally and politically). Such an effort should make the leaders of Muslim countries realise that their survival is not in following external dictates for curtailing our freedoms and uprooting our identity but in serving their own people according to the principles of their faith.

Negotiations may be direct or indirect. In the latter case, the Pakistanis first come up with a balanced common position regarding the issues at hand, and then stick to it. This effort must include groups and individuals from all Muslim countries and the process of occupation is not limited to Pakistan alone. If the people in the West accept our position, the negotiating process would have fulfilled its goals. And would have pressure groups right in the place where policies for our occupation are chalked out.

Should our point of view is rejected, we can then ignore this rejection and act according to what we agree even if this common Muslim position is in contravention of international resolutions. If there can be a European Union and NATO, there can also be an Islamic Union and Islamic Defence Organisation to protect our sovereignty.

PARTNERS

In all cases, however, the Muslims have to keep in mind that efforts are underway to divide Muslim thought. This is called fanning a "war within Islam." We must negotiate with each other in order to arrive at a balanced position on the points of conflict with our own rulers and outside powers that sponsor them. Discussions at the mailing lists would not help much. The appropriate venue for negotiations such as these is the establishment of think tanks in all the Muslims countries and then meetings of their representatives in international meetings and seminars. Once consensus is achieved, the Muslims can then deputize the imminent scholars and leaders to negotiate the issues with the "international community" on behalf of the Muslims.

The agenda for the negotiations should be drawn up such that practical results are achieved within a reasonable time frame. For example, the so-called dialogue of civilizations should be excluded and areas or factors that constitute direct interference in the internal and external affairs, or activities that directly undermine our sovereignty should be included.

On the other hand, since the problems between the Muslims and the US are so many, they can be subdivided and dealt with successively, starting with the most pressing issues related to our sovereignty and independence. Needless to say, the first of such issues to be tabled should be the urgent ones of the Muslim states under Western sponsored tyrannical regimes and their impact on overall relations with the West.

The term "international community" refers to the US and its allies. The US, UK and France alone would suffice, the logic being that the Muslims do not have a real quarrel with the other members of the Western communtiy. If the Muslims come to a negotiated arrangement with these parties, then the objective would automatically be achieved, viz. correcting the Western position towards Islam as a whole.

OUTCOME

The desired outcome of this process is breaking the chains of domination and occupation -- the smoothing out of the relations between these presently invisibly occupied Muslim states and the "international community," and the creation of a new climate of international relations for the Muslim countries and their wretched population.

The Muslims must come up with practical and tangible suggestions regarding the problems they face. Nevertheless, the mere idea of a joint Islamic negotiating position may be enough to influence the others to moderate their stance.

To take a start, we must begin at home. We need to debate the ways in which we are fully albeit indirectly occupied and come up with solutions for course correction in time.

We may never see an end to occupation and global apartheid as long as we do not force our Muslim leaders to stand up against injustice and Western double standards. It is highly unlikely that 52 countries would unanimously say one thing and US would do another. The US would never continue following the course once travelled by Hitler, provided we have the courage to tell the whole truth.

رفقاء تنظیم اسلامی متوجہ ہوں

مبتدی وملتزم تربیت گاہ

ان شاء اللہ العزیز 6 تا 12 جولائی 2003ء
قرآن اکیڈمی' کراچی میں منعقد ہو رہی ہے۔

تربیت گاہ کا مقام: قرآن اکیڈمی D/M-55
درخشاں' خیابانِ راحت فیز 6' ڈیفنس کراچی۔

برائے رابطہ: دفتر حلقہ سندھ زیریں' امیر حلقہ سید
محمد نسیم الدین فون نمبر: 0300-9279348
4993464-65

نوٹ: بیرون کراچی سے شریک ہونے والے
حضرات 30 جون تک اپنی رجسٹریشن ضرور کروالیں۔